پندرہ روزہ

تعمیر حیات

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Regd - No. L 1981
Phone No. 22943

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)
DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

قیمت حصہ اول — حصہ دوم — حصہ سوم

Cover Printed at Nadwa Press, LUCKNOW

پندرہ روزہ لکھنؤ

تعمیرِ حیات

چندہ
سالانہ سات روپے
ششماہی چار روپے
فی کاپی ۳۰ پیسے

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۶۷ء

جلد ۴ | شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"قومی دھارے" کی حقیقت

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ــــ

کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں، تو جاننا چاہیئے کہ بیشک سب کی سب عزت اللہ کے لئے ہے۔!

قرآن مجید کی اس آیت میں مادی قوت و شوکت اور عددی کثرت سے مرعوب مسلمانوں اور اسباب کو ارباب کا درجہ دینے والوں اور صرف اپنے مشاہدات و محسوسات اور محدود تجربات و قیاسات پر یقین رکھنے والوں کے جس مرض کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ انگلی رکھکر اسکو بتا دیا گیا ہے، اس میں اس دور کے مسلمانوں اور بالخصوص ملت اسلامی ہند کے لئے بہت بڑی تنبیہ اور رہنمائی موجود ہے۔

اس میں دل کے اس چور کو پکڑا گیا ہے جسکو قرآن مجید ہی کی تعبیر میں خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور کہا جاتا ہے، اگرچہ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ اہل نفاق کیلئے ہے لیکن اس میں جس مرض کی تشخیص کی گئی ہے وہ پورے عالم اسلام کا مرض ہے۔

یقین کی کمزوری اور مادیت کے غلبہ کی وجہ سے آج مسلمان جس سطح پر ہیں، اس میں ان کو اپنی بقا و تحفظ اور اپنے حقوق کی ضمانت کیلئے صرف ایک راستہ سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہی ہے جن کو اس آیت میں بڑے بلیغ و معجزانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ایبتغون عندھم العزۃ ــــ کیا وہ عزت ان کے پاس تلاش کرتے ہیں ــــ؟

یعنی اپنے سے برتر قوتوں یا قوموں کی حمایت و ضمانت پر اپنی زندگی کی تشکیل اپنے مسائل کا حل ــــ "قومی دھارے" کا وہ مشہور و مبغوض نعرہ جس میں بہنے کی دعوت بڑے سر سبز دیجاتی ہے، دراصل اس مریضانہ بلکہ منافقانہ احساس کا غماز ہے کہ عزت و سربلندی کیلئے اقلیت کو اکثریت کی خواہش و رضامندی مدنظر رکھنا ضروری ہے خواہ اسکے لئے اسکو اپنے ضمیر، اپنی دعوت اور اپنی ملی خصوصیات کی کسی حد تک قربانی بھی کرنی پڑے، حالانکہ اس وہم کو قرآن مجید نے پہلے ہی پاش پاش کر دیا ہے۔

ولن ترضیٰ عنک الیھود والنصاریٰ حتی تتبع ملتھم ۔ اور ہرگز نہیں راضی ہونگے تم سے یہود اور نصاریٰ یہانتک کہ تم انکی ملت کی پیروی کرنے لگو

کسی قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ، وطن کا رشتہ، زندگی کی ضرورت میں اشتراک عمل، فرض شناسی اور ادائیگی حقوق اور چیز ہے اور جذباتی ہم آہنگی۔ "اور قومی دھارے" میں اپنے آپ کو سمو دینے کی دعوت و تحریک ایک بالکل دوسری چیز۔

پہلی چیز کے سلسلہ میں اسلام نے جو حقوق و احکام ہم کو عطا کئے ہیں اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں، یہ اتنے صاف، دلکش اور انسانی فطرت کو متاثر کرنیوالے ہیں کہ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد نے محض ان اصولوں اور اسکے پاکباز و امانت دار علمبرداروں کو دیکھکر اسلام قبول کیا ہے۔

دوسری چیز وہ ہے جسکی طرف مذکورہ بالا دو آیتوں میں بہت صاف رہنمائی کر دی گئی ہے، کسی قوم کے ساتھ اپنی خصوصیات کھو کر وابستہ ہونا یا اسی جذبہ کیساتھ بقا و ترقی کیلئے اسکا احسان پکڑنا اور اس کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہے، ہر میدان میں اسکے ساتھ ہم آہنگی اسلام کے سراسر خلاف ہے اسلئے کہ قرآن مجید کا واضح اعلان ہے کہ عزت بھی انکے پاس کبھی نہیں مل سکتی، غیر مسلموں خاص طور پر اہل کتاب کی مخالفت کے ضمن میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ دراصل اسی پیش بندی کیلئے ہیں کہ کہیں ہم اس قومی دھارے میں جذب ہو کر تحلیل نہ ہو جائیں۔

بقیہ ص ۱۹

"گذشتہ سے پیوستہ"

علماء سے خطاب

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری

واکثر وجوہ النفاق وجودا الفۃ الطبع بالمحسوسات ولا یتفطن ان ورائہا امر لیس شاکلتہ کمشاکلتہا من الالٰہیات فیزیغ من التشبیہ ویتخذ من دون اللہ اربابا ومن المعادیات فلا یجد لہا بالاوان اقربہا فی مجاری العادات کما قص اللہ تعالیٰ علینا فی حدیث الرجلین حیث قال احدہما (ما اظن ان تبید ہذہ ابدا وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا) فلیس غناء الا انکار الجازم ولکن رسوخ الالفۃ واستبعاد ہذہ الامور وان

اور نفاق کی قسموں میں سے کثیر الوقوع طبیعت کا محسوسات کے ساتھ مانوس ہونا ہے اس کے ہوتے ہوئے نفس باور نہیں کرتا کہ ان محسوسات کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہوسکتی ہے جو اس جیسی نہ ہو (مثلاً الٰہیات میں کی کوئی چیز) لہٰذا ایسی طبیعت رکھنے والا انسان تشبیہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے (یعنی الٰہیات کو محسوسات کے ذریعہ سمجھنا چاہتا ہے) اور اللہ کے علاوہ دوسرے ارباب تجویز کرلیتا ہے یا مثلاً معاد کا کوئی مسئلہ کہ اس کے بھی محسوس نہ ہوسکنے کی وجہ سے ماننے میں کوئی رغبت نہیں پاتا اگرچہ رسم ورواج کے طور پر وہ اس کا اقرار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ میرا تو خیال نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو اور

اقربہا فی مجاری العادات وبالجملۃ فصلوٰتہ ودعاؤہ وصدقتہ وذکرہ اما یقع کسائر العادات لا یجد لہا بالا ونشاطا وانما مما یعظم بہا الرجل فی اعین الناس وھی اقبح من الاولیٰ (تفہیمات الٰہیہ ص۳۰)

میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہونچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ ملیگی پس اسکے معنی یقینی انکار کے نہیں ہیں لیکن ہاں محسوسات کا رسوخ اور ان امور کا مستبعد سمجھنا (انکار کا باعث بنا) اگرچہ اپنے رسم ورواج میں اس کا اقرار بھی کیا حاصل کلام یہ کہ ایسے شخص کی نماز اور دعا صدقہ اور ذکر وغیرہ یا تو واقع ہوتا ہے مثل دیگر امور عادیہ کے کہ وہ ان میں کوئی رغبت اور نشاط نہیں پاتا اور یا اس سے ان امور کا وقوع اسلئے ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان لوگوں کی نگاہوں میں بڑا سمجھا جاتا ہے اور یہ شق پہلی سے زیادہ قبیح ہے۔

اور روح المعانی میں ہے کہ:

آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد خلف واذا اؤتمن خان ولیستفاد عن الصحاح آیۃ اخریٰ لہ اذا خاصم فجر و

منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کہے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے۔ اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جاوے تو اس میں خیانت کرے اور صحاح میں اس کی ایک اور نشانی کا بھی

استشکل ذلک بان ہذہ الخصال قد توجد فی المسلم الذی لا شک فیہ ولا شبہۃ تعتریہ بل کثیر من علمائنا الیوم المتصفون باکثرہا او بہا کلہا واجیب بان المعنی ان ہذہ الخصال خصال نفاق وصاحبہا لیشبہ المنافقین فی التخلیق بہا والمراد بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ بعض الروایات الصحیحۃ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا انہ کان شدید الشبہ بالمنافقین لانہ کان منافقا حقیقۃ؛ (روح المعانی ص۱۲۹ ج۱)

ذکر ہے وہ یہ کہ جب جھگڑا کرے تو فحش کلامی پر اتر آئے لیکن ان امور کے علامات منافق ہونے پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان علامات والے تو کافر تھے اور اب یہ تو ایک ایسے مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جس کے اسلام میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اور عام مسلمان تو درکنار ہمارے زمانہ کے اکثر علماء ان میں سے اکثر کے ساتھ بلکہ سبھی کے ساتھ متصف ہیں — اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ ساری عادتیں چونکہ نفاق کے عادات میں سے ہیں لہٰذا جس کے اندر بھی یہ پائی جائیں گی وہ ان کے ساتھ متصف ہونے میں منافقین کے مشابہ ہوگا کہ جس طرح یہ منافق میں ہوا کرتی ہیں ایسے ہی ہیں اسی طرح صحیح جو بعض روایات میں آیا ہے کہ چار چیزیں ہیں جس کسی میں وہ سب ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اس سے بھی مراد یہ ہے کہ ایسا شخص شدید التشبہ بالمنافقین ہے یعنی منافقین سے بہت زیادہ مشابہ ہے نہ کہ حقیقی منافق (یعنی کافر)

روح المعانی میں منافقین کی خصال کا مسلمان میں پائے جانیکا شبہ اور اسکا جواب دیکھکر میرا ایک عرصہ کا تردد مرتفع ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اکثر مسلمانوں میں کیا عوام اور کیا خواص دیکھتا تھا کہ یہی باتیں جن کو علامات نفاق کہا جا رہا ہے پائی جارہی ہیں علامت وشرط کا پورے طریقہ پر پایا جانا مشروط کے تحقق

بقیہ ص ۱۸

گذشتہ سے پیوستہ

شانِ ایمان

از روئے انجیل و قرآن

از:— مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی

ملاحظہ ہو انجیل کی اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ دوسری مثال تورات سے پیش کرتا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے از روئے بیان تورات اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"تب تو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے۔ کہ اسرائیل میرا پہلوٹھا بیٹا ہے سو میں تجھ سے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔"

(خروج باب ۴: ۲۲: ۲۳)

پادری صاحب، دیکھئے کہ یہاں اسرائیل کو خدا نے اپنا بیٹا بلکہ اس سے بڑھکر پہلوٹھا بیٹا کہا ہے اب فرمائیے کہ ابن اللہ کا لقب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخصوص لقب کہاں رہا؟ اور آپ کا بیان کہاں تک صحیح ہے؟ یہاں پہونچکر پھر پادری صاحب نے "روح منہ" و "کلمتہ" اور وجیہا فی الدنیا والآخرۃ کا خود ساختہ مفہوم مکرر ذکر کیا ہے لیکن چونکہ پچھلے صفحات میں میں اس کا جواب دے چکا ہوں اسلئے یہاں اعادے کی حاجت نہیں ہے۔

اس کے بعد موصوف برسرِ مطلب آتے ہیں اور الوہیت مسیح کے باطل عقیدے کا یہ مفہوم پیش کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام حق تعالیٰ کی صفت، قدرت و صفت حکمت کا مجسمہ ہیں اور جمیع مخلوقات کی پیدائش کے بارے میں خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں یعنی نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے اختیار و قدرت و حکمت کے صفات انہیں کو تفویض کرنے میں، گویا اب پورا انتظام عالم حضرت مسیح سے وابستہ ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک یہ سب خیالات وعقائد بالکل باطل اور غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام یا کسی دوسرے کی طرف اپنا اختیار منتقل نہیں کیا اور نہ کسی کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ بعینہٖ ان کی کوئی صفت ہے خواہ وہ صفت قدرت ہو یا حکمت یا اور کوئی صفت — ہمارے نزدیک تو یہ سب عقائد داخل شرک اور قطعاً باطل ہیں۔ اہل ہنود وغیرہ مشرکین بھی اپنے دیوتاؤں وغیرہ کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس میں اور ان کے مشرکانہ عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے، خیر یہ تو پادری صاحب نے اپنا عقیدہ نقل کیا ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ موصوف مسلمانوں پر حجت قائم کرنیکے لئے مضمون تحریر فرما رہے ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کی قدرت و حکمت قرار دینے کی ایک دلیل بھی ایسی نہیں نقل فرمائی ہے جو اہل اسلام پر حجت ہوسکے، اس سلسلہ میں موصوف نے صرف بائبل کی بعض آیتیں اور پولوس صاحب کے اقوال نقل کئے ہیں، حالانکہ دونوں میں ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اہل اسلام پر حجت بن سکے۔ بائبل ہمارے نزدیک محرف ہے، اسلئے حجت نہیں اور پولوس صاحب ہمارے نزدیک بالکل اعتماد کے قابل نہیں ہیں، ان کا قول کوئی وزن ہی نہیں رکھتا اس لئے اس بحث کے جواب کی کوئی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی، اگرچہ ہم دکھا سکتے ہیں کہ بائبل کے جو اقتباسات پادری صاحب نے تحریر کئے ہیں وہ بھی ان کا دعویٰ ثابت کرنے سے قاصر ہیں، لیکن بخوف طوالت ہم اس غیر ضروری بحث کو نظر انداز کرتے ہیں۔

"مسیح ابن آدم" کے عنوان کے ماتحت بھی اسی قسم کی بحث ہے جس کے جواب کی کوئی ذمہ داری ہم پر نہیں عائد ہوتی ہے، لیکن اس گفتگو کا ایک لطیفہ قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو اپنی ذات کو ابن آدم فرما رہے ہیں اور مسیحی حضرات انہیں ابن اللہ کہتے ہیں، مسیحی ہوکر حضرت مسیح کی مخالفت عجیب وغریب چیز ہے پھر یہ معمہ بھی لاینحل ہے کہ،

"چونکہ آپ ابن آدم ہیں لہٰذا آپ کو اس حادث دنیا میں تمام کائنات پر (جو آپ کے ذریعہ مخلوق ہوئی تھی) کامل اختیار حاصل ہے۔"

(دانی ایل ۷: ۱۳ تا آخر یوحنا ۵: ۲۷ وغیرہ)

سوال یہ ہے کہ آخر "ابن آدم" ہونے اور کامل الاختیار ہونے میں ربط اور مناسبت کیا ہے؟ ہر آدمی ابن آدم ہے کیا ہر ایک کو یہ اختیار حاصل ہے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں "ابن آدم" کے لقب میں کیا خصوصیت پیدا ہوگئی جس نے انہیں کائنات پر "کامل الاختیار" بنا دیا۔

یہ معمہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

معجزات: ہم سب اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور ان کے نبی و رسول ہیں ان سے بہت سے معجزات بھی ظاہر ہوئے ان میں بعض کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے اور بعض کا تذکرہ حدیث میں آتا ہے، یہ سب ہمارا ایمان و عقیدہ ہے۔ لیکن ان معجزات کی بنا پر مسیحی حضرات کا الوہیت مسیح کا قائل ہونا بالکل ہی بے بنیاد اور خلاف عقل و نقل ہے، پادری صاحب اس کمزور بنیاد پر اپنے "عقیدہ الوہیت مسیح" کی عمارت تعمیر کرنا چاہی ہے، جس کی پہلی منزل انھوں نے حضرت مسیح کی افضلیت مطلقہ کو قرار دیا ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ان کے دعوے کی پہلی منزل بھی اس دلیل کی بنیاد پر تعمیر نہیں ہوسکتی۔ — دوسری منزل کا تو تذکرہ ہی فضول ہے، موصوف کے دعاوی کا بطلان ظاہر کرنے سے پہلے تمہید کا طور پر چند سطریں لکھنے کی ضرورت ہے ملاحظہ فرمائیے۔ معجزے کے معنی ہیں عاجز کردینے والی چیز

بقیہ ص ۱۶ پر

مکتوب لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴۰ ۔ کوئنس روڈ
لیڈس ۔ ۶
۲۶ مارچ ۱۹۶۷ء

اخی العزیز مولانا سعید صاحب حالہمن
سلمہٗ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد للہ بعافیت ہوں اور عزیز محترم کی خیر و عافیت کا طالب، تعمیر حیات کیلئے ایک مسودہ بھیج رہا ہوں، اس کو براہ کرم پہلے خود اپنے قلم سے یا اپنی نگرانی میں کسی سے تبییض کرانے کے بعد کاتب کے حوالہ کیجئے گا، خاص طور سے پیراگراف، نئی سطر، وغیرہ کا خاص خیال رکھیں، اگر مجھ سے کہیں چھوٹ گیا ہو تو بلا تکلف ٹھیک کردیں، کوئی لفظ نہ پڑھا جائے تو قرینہ کے مطابق کوئی لفظ تجویز کرلیں، حسن ظن سے کام لیں، "اڈیٹرانہ" ذمہ داری سے زیادہ۔ یہ مسودہ نہ تو کوئی مقالہ ہے اور نہ تبصرہ۔ بلکہ مختلف "ملاحظات" یا "خواطر" قسم کی چیز ہے، ارادہ ہے کہ اسی عنوان سے برابر لکھوں، اور ایک کالم آپ اسکے لئے مخصوص رکھئے۔

میرا کام الحمد للہ چل رہا ہے، لیکن اسقدر پھیلا دیا گیا ہے کہ دوسرے کاموں کیلئے وقت نہیں ملتا تاہم ہفتہ میں ایک روز اپنی قیامگاہ پر اردو میں اور اسلامک سوسائٹی میں ایک روز انگریزی میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے، یونین میں چند عرب اور افریقی طلبہ بھی آجاتے ہیں، اسی لئے انگریزی میں خطاب کرنا ہوتا ہے، عربوں کا معاملہ بھی عجیب ہے، ان میں جو مسلمان ہیں وہ اتنے جوشیلے اور پختہ عزیمت کے نوجوان ہیں کہ ان کو دیکھکر اپنی بے عملی پر شرم آتی ہے اور جو بھٹکے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہے وہ ایسے کہ جنہیں دیکھکر شاید یہود "جو مسلمان ہیں وہ سب کے سب اخوان کی تحریک سے متاثر ہیں، ان میں تقویٰ عفاف اور جوش عمل ہے، ان کے علاوہ جو اپنی حکومتوں کے وفادار ہیں وہ حکومت و خواہش پر ایسے گرے ہوئے ہیں جیسے مکھیاں غلاظتوں پر گریں، مصری طلبہ کی حالت زیادہ افسوسناک ہے، چند مجبور طلبہ ایسے ہیں جو ڈر سے نماز بھی ادا کرنے مسلمانوں کے ساتھ نہیں آسکتے کیونکہ اشتہ... جاسوسی کرنے والے طلبہ کا خوف ہے اور نماز میں شرکت ہی اس بات کا اعلان ہے کہ وہ اپنی حکومت کے غدار ہیں، اتنا برا حال دنیا کے کسی خطہ کے مسلمانوں کا نہیں ہے، ایک مصری نوجوان جس نے ٹکنالوجی میں ام ایس سی کیا ہے اسکو آسٹریلیا میں ایک فیلوشپ مل گئی ہے اور پی ایچ ڈی کیلئے بہت سہولتیں بھی، لیکن اس کو مصری سفارتخانہ نے آسٹریلیا کا اندراج نہیں دیا، اس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ ہندی پاکستانی مسلمان طلبہ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور نمازوں میں شریک ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو وہ اخوان کا ممبر ہے نہ اسکی کسی شخصیت (مثلاً سعید رمضان وغیرہ) سے راہ و رسم ہے۔ اس وقت آہنی پردہ جس قدر سختی کے ساتھ مصر میں ہے روس اور چین میں بھی نہیں ہوگا۔ دوسرے مصیبت زدہ کو دیکھکر جس طرح اپنی مصیبت کا احساس کم ہوجاتا ہے اسی طرح اہل ایمان کی مصر میں زبوں حالی کو دیکھکر ہندوستان میں اپنی حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے

فقط والسلام

عبداللہ عباس

بقیہ :۔ فی سنگر یمی روم

مخاطب کرلیا، محمد علے نے غصہ میں آکر اس پر وار شروع کیا، اچک اچک کر اسکی پیشانی پر گھونسے مارتا اور یہ کہتا جاتا تھا "میرا نام کیا ہے" جب محمد علے کی فتح کا اعلان ہوا تو امپائر نے کہا "آپ کا نام محمد علے" ہے اس پر کئی روز تک اخبارات میں چرچا رہا، برطانیہ کے ٹائمس نے لکھا، دنیا کا سب سے بڑا لیکن قابل نفرت چیمپئن جیت گیا، کل کے اخبارات میں جو اس کی فتح کا اعلان ہوا ہے وہ اس طرح۔ Cassius clay

The demolition King Keeps his crown

کیسس کلے، تباہ کاری کا سلطان، اپنا تاج (فتحمندی) بچالے گیا"

ان الفاظ سے حد نفرت اور بغض کی جو بو آپ محسوس کر رہے ہیں اس کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے، اور یہ مغرب ہے جسکے بارے میں ہمارے سادہ لوح مغرب نواز سمجھتے ہیں کہ انھیں کیا پڑی ہے جو اسلام کی مخالفت کریں یا اس سے دشمنی رکھیں۔

---

(۳)

نذر نیاز، ٹوٹکا، منتیں ماننا، اور اس قسم کی دوسری ملتی جلتی رسمیں تو خالص مشرقی سمجھی جاتی ہیں، بھلا متمدن یورپ میں اس کا کہاں گذر، اور وہ بھی اس روشن خیالی کے دور میں جب کہ مشرق بھی اس تاریکی سے باہر سر نکال رہا ہے۔

لیکن اس کو کیا کیجئے کہ یہ چیزیں یہاں بھی موجود ہیں اور اس درجہ کثرت اور تواتر کے ساتھ کہ شاید آپ کو حیرت ہو، آج "گڈ فرائیڈے" ہے جس کو عربی میں یوم الجمعۃ العظیمۃ یا الجمعۃ الحزینۃ کہا جاتا ہے (EASTER) (وفات سیدنا عیسیٰ کی سالگرہ) سے پہلا جمعہ، آج کی رسمیں سنئے، تفصیل یورک شائر پوسٹ (۲۳ مارچ ۱۹۶۷ء) کے تین کالموں میں آئی ہے۔

آج کسان اپنے کھیتوں میں بھوری رنگت انڈے دبا بیٹھ گئے جس سے ان کی سالانہ پیداوار زیادہ ہوگی، کنواری لڑکیاں اپنے سر کے بال میں ٹھیک بارہ بجے ایک انگوٹھی باندھے گی جس سے ان کو شوہر جلد ملیں گے۔ پیاز، لہسن کو ایک تار میں باندھکر مکان کے کسی نمایاں مقام پر آج تھوڑی دیر کیلئے لٹکا دیا جائے تو مکان میں اچھے کرایہ دار زیادہ پیسے دینے والے سال بھر آتے رہیں گے۔

یہ سارے ٹوٹکے اس لئے ہیں کہ پیسے زیادہ ملیں، مادی منافع کثرت سے حاصل ہوں۔ یہ تو خیر جاہلانہ رسوم ہیں جس طرح ہمارے مشرقی ممالک میں ہیں یہاں بھی ہیں، ان کے علاوہ جو مستند اور سنجیدہ رسوم ہیں جو مذہب میں داخل ہیں، ان کے اندر بھی آپ کو کوئی دعوت عمل، کوئی مقصدیت یا آخرت کا تصور نہیں ملے گا۔

آج ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا، دنیا بھر میں عیسائیوں نے اس تہوار کو کس جوش و خروش سے منایا، روم کے سینٹ پیٹر میں بڑے پادری پال نے دو کمسن بچوں کے پاؤں دھوئے اور ان کے قدم چومے، ٹیلی ویژن کے تبصرہ نگار نے کہا کہ یہ عمل تواضع و انکساری اور فروتنی پر دلالت کرتا ہے، بڑوں کو چھوٹوں کے آگے جھک جانا چاہیئے۔ قوی کو کمزور کے سامنے سر جھکا دینا چاہیئے۔ یہ عیسائی مذہب کا شعار ہے، جسکا نمونہ آج ۵۰۰ ملین (۵۰ کروڑ) عیسائیوں کے روحانی پیشوا نے کمسن بچوں کے پیر چوم کر دکھا دیا۔ لیکن یہ نمونۂ عاجزی و انکساری صرف گوری رنگت کے یورپین بچوں کیلئے مخصوص تھا، کوئی کالا عیسائی، اس کا مستحق نہیں ہوسکتا، جسے چومنا تو الگ رہا اسکے سر پر شفقت کا ہاتھ بھی نہیں رکھا جاسکتا، امریکہ کے ۲۲ ملین نیگروز کے حق میں کبھی ایک جملہ

فی سنگر یمی روم

از :۔ مولانا عبداللہ عباس ندوی

"والڈوہ صوت العرب سے زیادہ جھوٹا ہے، اسکی بات کا کبھی اعتبار نہ کرنا"

ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ مصری نوجوان نے ایک دوسرے مصری طالب علم سے کسی کے بارے میں کہا۔

بات کیا تھی اور کس نے کس کے بارے میں کہا اس سے بحث نہیں، البتہ قریب سے سننے والا بدنام ہندی یہ سوچنے لگا کہ صوت العرب (یعنی ندائے عرب) اور کذب و افترا میں ضرب المثل؟ وہ ندا جو کبھی دنیا بھر میں تنہا صداقت کی علمبردار تھی، وہ عرب جن کی سچائی کا لوہا ان کے بدترین دشمن بھی مانتے تھے، آج غیر نہیں، خود اپنے بھی کیسے کسی قوم کے نونہالوں کی زبان سے اعلان کر رہے ہیں، ہمارے ملک کے ریڈیو سے زیادہ جھوٹا اور بے بنیاد بات اڑانے والا دوسرا نہیں ہے۔

برا کہہ لیجئے سیاست کو، آپس کی خانہ جنگیوں کو یا حکومت و اقتدار باقی رکھنے کی ہوس کو، جس تاویل سے بھی آپ کا دل مطمئن ہوسکے، کرلیجئے لیکن یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے اور رہے گی کہ اسلام ایک دولت تھی جو ان ممالک کے باشندوں کو ملی تھی جب تک انھوں نے اس کی قدر کی سرفراز رہے، جب کفران نعمت کے مرتکب ہوئے اخلاق و انسانیت کی پست ترین سطح پر لاکر کھڑے کر دیئے گئے۔

ایک زمانہ تھا کہ مکہ مدینہ و بغیر داؤ عطف کے بعد مسلمان اگر کسی ملک یا ممالک کا نام لیتے تھے تو وہی مصر و شام ہی تھے، وہاں کی ثقافتی و علمی ترقیاں، علم و ادب کی خدمتیں، مکالمے اور نشر و اشاعت کی ترقیاں پورے عالم اسلام کا مشترک سرمایہ تھیں لیکن جب سے انہوں نے اس نعمت سے روگردانی کی سنت اللہ نے اپنی تاریخ دہرائی، اور جو کسر باقی ہے وہ بھی دور نہیں، خواہ ہم پسند کریں یا ناپسند۔

جو ناواقف ہیں وہ معذور ہیں لیکن جو واقف ہیں ان کیلئے ان ممالک کا حال تازیانۂ عبرت بھی ہے اور سامان حسرت بھی، اسلام کے ٹھیک متوازی ——— (PARALLEL) قوم پرستی کو دین و مذہب کی حیثیت سے پیش کرنے اور اس کی وکالت کرنیکا سہرا انہی ممالک کے سر ہے۔ اسلام کی بیخ کنی، مقدسات دین کا استہزاء اور اولیاء اللہ کا خون ناحق اور اس پر ڈھٹائی کے ساتھ اصرار جب سے زیادہ کہاں ہورہا ہے، کون کہہ رہا ہے کہ اسلام ایک عبوری تحریک تھی جسکا مقصد عربوں کو چند تاریک میں چند قدم آگے بڑھانا تھا اور اب بھی اپنی عرب قومیت کو نیا جنم (بعث) دینا ہے۔ کہاں سے یہ آواز بلند ہورہی ہے کہ اللہ کا نام لینا اور رسول اللہ کی تعلیمات کا ذکر کرنا رجعت پسندی ہے اور عرب اشتراکیت میں عربوں کی نجات وابستہ ہے بدقسمتی سے یہ وہی ملک ہے جسکے ایک ریڈیو اسٹیشن کا نام صوت العرب ہے۔

چند سال پہلے تک کرکٹ کا جو زور و شور برصغیر ہند و پاک میں تھا وہ اب شاید دھیما پڑگیا ہے۔ تماشائیوں کی وہ ریل پیل جو گلیوں میں اس پر تبصرے ریڈیو کے گرد ہجوم بڑے بڑے شہروں میں چوراہوں پر اسکور بورڈ اور اسکے گرد مجمع آپ کی نگاہوں میں پھر رہا ہوگا۔ یہاں مغرب میں وہی جوش و خروش باکسنگ کے سلسلہ میں دیکھا جاتا ہے انداز ذرا مختلف ہے ادھر کسی باکسنگ کا اعلان ہوا ادھر بازیاں دھڑا دھڑ لگنی شروع ہوگئیں۔ شہر کا کوئی سینما ہال اگر براہ راست ٹیلی ویژن کے ذریعہ اپنی اسکرین پر پیش کرنیکا بندوبست کر رہا ہے تو اس روز اس کے ٹکٹ کی شرح بھی گنا یا ۵ گنا بڑھ جائے گی اور کھیل سے دو ہفتے پہلے تمام سیٹیں بک ہوچکی ہونگی، اخبارات میں طرح طرح کے کارٹون، تصاویر مضامین، پیشگوئیاں شائع ہوں گی، جب برطانیہ کا چیمپئن ہنری کوپر محمد علے کلے کا مقابلہ کرنیوالا تھا اس وقت باقاعدہ چرچوں میں اسکے لئے دعائیں ہوتی تھیں "نیک تمناؤں" کا اظہار ایک کارڈ کے ذریعہ کچھ اس نام سے ایک مہم چلائی گئی تھی جیسی ایک انگلش فرم نے اعلان کیا تھا جو شخص بھی اس طرح کا دعائیہ پیام ہنری کو لکھے گا اس کا ڈاک خرچ فرم ادا کرے گی۔

رہا بیچارہ محمد علے کلے جو سیاہ رنگت رکھنے والا جانور ہے جس کو گوری چمڑی والے انسان سمجھ لیتے ہیں یہی بہت احسان کرتے ہیں، پھر اس کے اسلام کا اعلان اور اس پر اصرار کہ ہم کو دو بارہ نہیں محمد علی سے کہیں اور نیم چڑھا کا مصداق ہے، ان کا بس نہیں چلتا کہ کس طرح اسکو زیر کریں، سیاہ چٹان، کالی بلا، کالا دیو، وغیرہ تو کہا ہی کرتے تھے، اس کے لپیٹ میں اسلام کے خلاف اپنے عناد اور قدیم بغض کو بھی یہ چھپا نہیں سکتے "ڈیلی میرر" کے نامہ نگار نے اسکے ایک مقابلہ پر ختم کے بعد لکھا تھا ہے۔ یہ ٹھیک ہے ہیوی ویٹ چیمپئن شپ کو باقی رکھنے میں کلے غیر معمولی حد تک کامیاب ہے مگر اسکے لڑنے کا انداز بہیمانہ ہے وہ آنکھ ناک اور چہرے کو ہدف بناتا ہے مگر یہ اس کا قصور نہیں ——— دراصل اس مذہب کا قصور ہے جس کا وہ نیا نیا پیروکار ہوا ہے۔

کل اس نے ۲۹ واں آخری مقابلہ جیتا ہے، آخری اس لئے کہ امریکی قانون کے ماتحت اس کو جبری فوج میں بھرتی ہونا ہے۔ اس نے اپیل کی تھی کہ وہ اسلام کا مبلغ ہے اور مشنری کے تبلیغی کام کرنے والے نوجوان چونکہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہیں اس لئے اس کو بھی مستثنیٰ کردیا جائے مگر یہ اپیل مسترد ہوگئی ہے، دوبارہ پھر اپیل کی ہے، مگر قرینہ غالب یہی ہے کہ یہ اپیل بھی مسترد ہوگی، اگر اس کی جگہ دوسرا سفید اقوام میں سے کوئی ہوتا تو یہ اخبارات تہلکہ مچا دیتے، ویٹیکان کے اسقف اعظم سے لیکر ہر ایک کے سربراہ کی طرف سے اپیلیں ہوتیں، مگر اس کے حق میں اپیل کیا معنی برعکس ہر ایک کی تمنا ہے کہ کسی طرح اس بلا سے نجات ملے جو محمد علے کہلانے پر فخر کرتا ہے۔

آپ نے وہ دلچسپ لطیفہ سنا ہوگا کہ گذشتہ مقابلہ جو اس کا ۲۸ واں مقابلہ تھا، ایک اس کے برنگ ٹیرل (عیسائی) سے ہوا تھا، اس نے کہیں اسکو محمد علے کے بجائے کیسیس (قدیم نام) سے

کاروانِ خیر و صلاح کا

سرزمین امریکہ میں پہلا قدم

سید محمد ثانی حسنی

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

خدا کے چند نیک نہاد بندوں نے مشورہ کیا کہ خدا کا نام بلند کرنے اور خدا کے دین کی آواز کو دور دور تک پہونچانے میں کسی ایک ملک و زمین اور کسی ایک رنگ و نسل رکھنے والے طبقہ پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ ایسے ملک اور ایسی سرزمین پر بھی قدم رکھنے چاہئیں جہاں خدا فراموشی اور ناعاقبت اندیشی اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہے اور جو مغربی تہذیب کا آتش فشاں پہاڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارادہ تو آسان تھا مگر اس پر عمل اور پھر سب زیادہ مغربی تہذیب کی چمک دمک اور اس کی مقناطیسی آگ کی لپیٹ سے محفوظ رہنا حد درجہ مشکل تھا، ان نیک نہاد بندوں نے حضرت مولانا محمد یوسف داعی الی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ارادے اور عزم کا اظہار کیا، اس ارادہ اور عزم پر حضرت مولانا انتہائی مسرور ہوئے لیکن فرمایا:

"مبارک ہے تمہارا ارادہ
مگر اس سفر پر جانے کیلئے
ایسے باعزم اور باہمت
حضرات کی ضرورت ہے جو
امریکہ کی ظاہری چمک دمک
اور زرق برق زندگی پر
انبیاء والی زندگی کو ترجیح
اسی کی خدا شناسی

زندگی اور آخرت فراموش طرز معاشرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی زندگی کے خلاف والے اعمال پر آنسو گرائیں"

اس عظیم اور انمول شرط پر کئی آدمیوں نے اپنے پر تولے لیکن صرف چار آدمی ایسے نکلے جو مکمل خود اعتمادی اور ایمان باللہ کا زاد سفر لیکر بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم" پڑھتے ہوئے جہاز پر سوار ہو گئے، جہاز کا عملہ اس کی سواریاں سب غیر مانوس اور مزاج و افکار میں بعد المشرقین رکھتی تھیں ان میں کام کرنے اور ان کو قریب لانے کا اہم سوال اس کاروان خیر و صلاح کے ذہن میں ایک پیچیدہ مسئلہ بنکر آیا۔

جہاز کے کپتان کے پاس یہ لوگ پہونچے اور پوچھا کہ کیا ہم لوگ بلند آواز سے اذان دے کر جماعت سے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کپتان اس انہونی بات پر ہنسا اور بولا یہ کیسے ممکن ہے یہ جہاز مختلف الخیال اور مختلف المسلک لوگوں کا محلہ ہے اسمیں یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی، منکرین بھی ہیں، اور پارسی و ہندو بھی، آپ کی بلند آواز ان کی سمع خراشی کرے گی ان کو اعتراض ہوگا اور آپ تماشہ بن جائینگے آپ کا مذاق اڑایا جائیگا جو مہذب اور متمدن حضرات کیلئے باعث شرمندگی ہے۔

جناب اکبر سے کوئی کہدے
کہ لوگ بیٹھے ہیں ہر طرح کے
اس انجمن میں اور ایسی باتیں یہ
آپ قہر کہہ رہے ہیں۔

مگر لومۃ لائم سے بے پرواہ اس کاروان خیر پر اسکی بات کا کوئی اثر نہیں پڑا، اس نے اذان و نماز کو طے کیا اور ایک رکن نے شیریں آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ کی دلکش صدا بلند کر دی جسکی آواز سے پورا جہاز گونج اٹھا اور اجنبی آواز سے لوگ چونک اٹھے اور ادھر کا رخ کیا بچے، بوڑھے، مرد و عورت سب ہی دیکھنے لگے، یہ کارواں اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اقامت ہوئی اور نماز میں مشغول ہو گیا، لوگ محو حیرت تھے۔ کچھ لوگ بے پرواہی سے گذر گئے کچھ لوگ تماشہ دیکھنے کو کھڑے ہو گئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی نکلے جو گہرا مطالعہ کرنے لگے دو تین دنوں کے بعد اس کاروان خیر و صلاح نے دیکھا کہ اس عمل کا کوئی رد عمل نہیں ہوا نہ کسی نے مذاق اڑایا نہ کسی نے پھبتی کسی نہ کسی نے رکاوٹ ڈالی تو اس کی ہمت بندھی، اس نے تحقیق کی کہ اس جہاز میں کون کون مسلمان ہے اور پھر گشت شروع کر دیا اور ایک جگہ بیٹھکر تعلیم کرنی شروع کر دی اس کاروان خیر کا ہر فرد اخلاص و محبت اور انسان دوستی میں ڈوبا ہوا تھا شیریں زبان، دلچسپ طرز بیان دلکش انداز گفتگو، دل لگتی باتیں بس کیا تھا لوگ خود بخود کھنچ کھنچ کر

ہونے لگے حتیٰ کہ جہاز کے عملے کے افراد بھی ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگے۔ اب پانچوں وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا گونجتی، باجماعت نماز ہوتی لوگ گذرتے اور دیکھتے اور اس عبادت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ جہاز کا کپتان بھی آتے جاتے دیکھتا اور اپنے جواب پر شرمندہ ہوتا، یہ جہاز خلاف معمول بڑے سکون سے چلتا رہا اور بحر اٹلانٹک تک بھی طوفان نہیں آیا۔ اور خیر و سلامتی سے جہاز امریکہ پہونچ گیا، جہاز کے کپتان نے جن الفاظ کے ساتھ اپنے تاثر کا اظہار کیا وہ سنئے:

"میں مدتوں سے جہاز
چلا رہا ہوں اور ہمیشہ
جہاز بلاخیز طوفانوں
سے گذرتا ہے خصوصاً
بحر اٹلانٹک میں بڑا
طوفان آتا ہے مگر اس
جہاز کا عالم عجیب رہا
نہ کوئی طوفان آیا نہ خطرہ
کا احساس ہوا۔"

چونکہ اس پوری مدت میں خدا اور رسول کا نام وہ سنتا رہا اور اس کاروان خیر و صلاح سے بہت مانوس ہو گیا اور باوجود عیسائی ہونیکے وہ اسلام کی میٹھی میٹھی باتیں ان فرشتہ خصلت انسانوں کی ہلکی ہلکی زبانوں سے نہایت شائستہ اور مہذب انداز سے بیان ہوتی ہوئی سنتا رہا اس لے امریکہ پہونچتے پہونچتے حد درجہ متاثر ہوا اور اسنے اپنا مندرجہ بالا تاثر بیان کرتے ہوئے آخر میں یہ الفاظ کہے۔

"یہ خدا کی عنایت و رحمت
تھی اور حضرت محمد کے دین
کی سچی باتوں کی اشاعت
کا نتیجہ تھا کہ خدا کا عذاب
نہیں آیا اور اس نے اپنے
بندوں پر بڑا رحم کیا اور ترس
کھایا اور اس چند مقدس قافلہ کی
برکت سے جہاز آفت سے محفوظ رہا۔"

تیری یاد سے تیرے نام سے

مولانا محمد اسحاق صاحب شہید ندوی

نہ کمال مہر منیر ہے، نہ جمال ماہ تمام ہے
مری زندگی میں ہر روشنی تیری یاد، تیرے نام سے

میری آرزو کی جو موت ہے وہ نوید صبح حیات ہے
اسے ایک نسبت خاص ہے جو نگار حشر خرام سے

میں نمود سوز و گداز ہوں تیرے اضطراب کا ماجرا
تجھے کیوں ہے دشمنی او صبا میری تاب ضبط قیام سے

دل میکدہ کا غبار ہے وہ نظر میں زندگی خواب ہے
جو چھلکتی ہوئی نہ پی سکا نگہ نہفتہ کے جام سے

تیری صبح شام ہے بے خطر میری شام ظلمت بے سحر
مجھے چاہیے ہے وہی نظر جو ملائے صبح کو شام سے

وہ امید تہ کی بے بسی ستم اس پہ زخموں کی وہ ہنسی
ہم مضطرب کی یہ بیکسی کوئی دیکھتا لب بام سے

شب زندگی جو شدید ہے غم آخرت بھی شدید ہے
مگر اپنے رب سے امید ہے کہ نوازے حسن ختام سے

افسانۂ حیات

ابو الاسرار رمزی اٹاوی جودھپور

دونوں کے ارتباط سے رونق جہاں کی ہے
کچھ خاک میرے سر کی ہے کچھ آستاں کی ہے

منزل پہ آکے کارواں برگشتہ ہو گیا
سازش ضرور اس میں کسی بد گماں کی ہے

محفل کی خاک اڑ گئی گل ہو گئے چراغ
پوچھو کسی کی آہ سے آندھی کہاں کی ہے

کہتے ہیں جسکو عیش وہ دل کا سکون ہے
پوشیدہ اس سکون میں دولت جہاں کی ہے

حق اس سے ترجمانی کا شاید ادا نہ ہو
بہکی ہوئی زبان مرے ترجماں کی ہے

مدت سے پڑھ رہا ہوں میں افسانۂ حیات
ابتک نہیں کھلا کہ عبارت کہاں کی ہے

رمزی وہ راز جس سے فرشتے تھے بے خبر
"میری حیات" سرخی اسی داستاں کی ہے

سید محمد الحسنی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے شاہی پریس الہ آباد میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

گذشتہ سے پیوستہ

یہ بھی اک قرآن کا اعجاز ہے

مولوی محمد بشیر اللہ اعظمی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا اسلام

جنگ بدر میں قریش مکہ کی تعداد ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے اور قریش کے ستر سرکش سردار قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے تھے۔ آپ انہیں کو چھڑانے آئے تھے جب نماز مغرب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سورۂ طور کی یہ آیتیں سنیں،

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ (پ ٢٧)

کہ کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ لوگ خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں لاتے کیا ان کے پاس تمہارے رب کیطرف سے خزانے ہیں یا یہ لوگ داروغہ ہیں۔

تو کہتے ہیں: "کَادَ قَلْبِيْ اَنْ يَّطِيْرَ" کہ قریب تھا کہ میرا دل پرواز کر جائے (بخاری شریف) یہ ہے تاثیر قرآن حضرت جبیر رضی اللہ عنہ قیدی رہا کرانے آئے تھے زنجیر صداقت آپ کے پاؤں میں پڑگئی۔ پہلے کیسے دشمن دین تھے اب کیسے اسلام دوست ہوگئے۔

وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ نے جنگ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس پر آپ کو بڑی ندامت اور اپنی نجات کے متعلق کافی تشویش تھی، لیکن جب بشیر و نذیر صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے خطاکار و گنہگار کو خدائے قدوس کی زبان سے یہ بشارت عظمیٰ سنائی:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف سے میرے گنہگار بندوں سے فرما دیجئے کہ رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف فرماتا ہے بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

تو وہ بے ساختہ بول اٹھے کہ اب مجھے اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہے اور اسیوقت مسلمان ہوگئے۔ (کمالین)

خالد عدوانی رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کہیں تشریف لے گیا، دیکھا کہ سوق ثقیف میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کمان یا چھڑی پر ٹیک لگائے خطبہ دے رہے ہیں جس میں آپ نے یہ پوری سورۂ طارق تلاوت فرمائی:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

قسم ہے آسمان و شب کی آنیوالے کی اور کیا آپ جانتے ہیں کہ شب میں آنیوالی کیا چیز ہے؟ وہ روشن تارا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی نگہبان نہ ہو۔ پس انسان کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے وہ اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ و چھاتی کے بیچ سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اسے دوبارہ پیدا کرسکتا ہے جس دن سب کے راز کھل جائیں گے۔ پھر آدمی کو نہ قوت ہوگی نہ اس کا کوئی حامی ہوگا۔ قسم ہے گردش کرنے والے آسمان اور شق ہونیوالی زمین کی۔ کہ بیشک یہ قرآن فیصلہ کردینے والا ہے وہ لغویات نہیں۔ بے شبہ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں میں بھی کرتا ہوں بس آپ کافروں کو چند دن ڈھیل و مہلت دیدیجئے۔

جو کانوں کی راہ مرے دل میں اتر گئی اور میں اس قدر متاثر ہوا کہ بحالت کفر اسے حفظ کرلی اور آخر کار کلمۂ طیبہ پڑھکر دولت ایمان و اسلام سے مالا مال ہوگیا۔ (فتح البیان)

سورۂ مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ نطفہ سے انسان بنانا اس کو مار کر دوبارہ بنانے سے کہیں عجیب ہے اور جب یہ عجیب تر امر اللہ کی قدرت سے برابر واقع ہوتا ہے تو اس سے کمتر عجیب چیز کے وقوع کا بلاوجہ ان کافروں کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے۔

حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ قبیلۂ بنی سلیم سے تھے آپ کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ جنگ خیبر سے پہلے مع احباب مکہ معظمہ جارہے تھے کہ ایک سنسان بھیانک وادی میں رات ہوگئی سب لوگ سلامتی کیلئے وہاں کے جنوں کی دہائی دیتے ہوئے شب باش ہوگئے اور حجاج قافلے کی پاسبانی کرنے لگے اتنے میں کسی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ (رحمان)

کہ اے جن و انس کے گروہ اگر آسمان و زمین کے حدود سے باہر نکل سکتے ہو، تو نکل جاؤ لیکن خدا کی قدرت قاہرہ کے بغیر تم نکل نہیں سکتے (پس اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

جب ہم مکہ پہونچے تو یہ ماجرا قریشیوں نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی (صابی) بے دین ہوگئے یہ تو وہی کلام ہے جو بزعم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا ہے حجاج نے اس واقعہ کی تصدیق اپنے ساتھیوں سے کرائی اور مدینہ منورہ آکر سچے مومن پکے مسلمان ہوگئے (در منثور)

ایک یہودی عالم کا اسلام

جب یہود و نصاریٰ کی فریب کاریوں اور بددیانتوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ط (مائدہ)

کہ اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تم کو بہت سی وہ کتابی باتیں بتلاتا ہے جس کو تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں کو درگذر کرتا ہے۔

تو ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ بہت سی باتیں کون کون سی ہیں جن سے تم نے درگذر کی ہے، آپ خاموش رہے اس نے معجزات و مشرات دریافت کیا، تاکہ اگر آپ کچھ بتلائیں تو میں یہ الزام دوں کہ قرآن تو ناحق ہے کہ یہ بھی بہتیری باتوں کو بتاتا نہیں اور تم بتاتے ہو (نعوذ باللہ)

میں الزام ان کو دینا تھا قصور اپنا نکل آیا

لیکن جب آپ نے اس یہودی کے سوال کے جواب دینے میں بے توجہی برتی تو قرآن کی صداقت و اعجاز کا اسے یقین ہوا اور اسی وقت وہ مطیع اسلام ہوگیا۔ (تفسیر القرآن)

دو یہودی عالم کا اسلام

امام کلبی فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت کا چرچا سنکر ملک شام کے دو یہودی عالم دربار نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آئے اور آپ کا جمال جہاں آرا دیکھتے ہی پہچان گئے کہ بیشک یہ وہی مقدس رسول ہے جس کا حلیہ توریت میں بصراحت مذکور ہے۔

سوال کیا کہ کیا آپ ہی کا نام محمد ہے؟ (صلے اللہ علیہ وسلم)

آپ نے فرمایا ہاں!

پھر پوچھا کہ کیا آپ ہی احمد ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ ہاں ـــــ مجھے احمد بھی کہتے ہیں۔

پھر دونوں عرض پرداز ہوئے کہ حضرت اگر ہمارے سوال کا جواب با صواب مل جائے تو ہم بھی ایمان لائیں۔

آپ نے پوچھا کہ وہ سوال کیا ہے؟

کہا کہ یہ بتائیے کہ قرآن میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی وہ معبود انصاف کا حاکم ہے اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے

جس کو سنکر دونوں ایفائے وعدہ کرتے ہوئے دائمی خوشی و ابدی راحت سے ہمکنار ہوگئے۔ (معالم التنزیل)

دیکھئے اس آیت شریفہ میں خدائے تعالیٰ نے اپنی شہادت توحید میں اہل علم کو شامل کرکے علمائے عظام کی شان ارفع کو اور برتر بنا دیا۔ اور قائما بالقسط سے عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کی تردید ہوگئی اس لئے کہ دنیا بھر کے جرائم شخص واحد پر لادکر تمام مجرموں کو بری کردینا انصاف کا خون کرنا ہے اور باری تعالیٰ اس سے مبرا ہے۔

چند یہودیوں کا اسلام

ایک بار ایک یہودی عالم بارگاہ رسالت میں آیا، اسوقت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم سورۂ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے:

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

کہ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں بے شبہ ہم نے اس عربی قرآن کو نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔ اے پیغمبر ہم آپ کو وحی قرآنی میں ایک سچا قصہ سناتے ہیں جس سے آپ پہلے یقیناً بے خبر تھے، اور یاد کرو جبکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا جان میں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ بیٹے اس کو اپنے بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ دغابازی کرینگے، بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اس نے پوچھا کہ ابو القاسم! تم کو یہ کلام کس نے سکھلایا؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اس پر اس کو بڑا تعجب ہوا، جاکر ہم جنسوں میں وہ اس کا تذکرہ کیا تو آٹھ دس یہود حاضر حضور ہوئے، اوصاف حمیدہ سے آپ کو پہچان لیا اور سورۂ مذکورہ کو سنتے ہی وہ سب بھی محو حیرت و متعجب ہوئے اور اسی پاک مجلس میں تمام صاحب ایمان و اسلام ہوگئے۔ (دلائل النبوۃ)

یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کے زبردست عالم بستانہ نامی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے آپ خاموش رہے، جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ کو ان کے نام بتائے تو آپ نے اسکو بلوا کر فرمایا کہ اگر میں انکے نام بتا دوں تو، تو مسلمان ہوجائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ سنو انکے نام جریان۔ طارق۔ ذیال۔ ذوالکتفین۔ قابس۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح۔ فروح۔ فرغ ہیں یہودی نے کہا ہاں ہاں خدا کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں (ابن جریر) "باقی"

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

تلخیص و ترجمہ

علی طنطاوی — شمس الحق ندوی

صبح کے خنک جھونکوں میں حرم پاک سے اذان کی صدا بلند ہو رہی تھی اور قرب و جوار کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر اپنی دھیمی دھیمی سے ان چٹانوں کو سنا رہی تھی جن کو کبھی ....

سارے عالم کیلئے رحمت الٰہی کا سرچشمہ اور وحی الٰہی کا مرکز بننے کا فخر حاصل تھا، سحر کے لطیف و نکہت جھونکے اس کو خانۂ کعبہ کے پردوں سے بھی ٹکرا کر اللہ کے مخلص بندوں کے دل میں اتار کر مست ذکر معنے جام کر رہے تھے، کعبہ کے چاروں طرف مسلمانوں کی صفیں نماز کے لئے کھڑی ہو چکی تھیں، کچھ صفیں تو حرم پاک کے اندر بالکل بیت اللہ کے روبرو تھیں اور بہت سی صفیں ایسی تھیں جو کعبہ کو آنکھوں سے تو نہ دیکھ رہی تھیں لیکن ان کا رخ اور دلوں کی نگاہ ادھر ہی کو تھی اونچے اونچے پہاڑوں کے پیچھے طویل و عریض سمندروں کے پار، شہروں گاؤں، بیابانوں محلوں اور جھونپڑوں، جیلوں اور کال کوٹھریوں ...... جھلسا دینے والے صحراؤں اور برف سے دبے ہوئے سرد علاقوں غرض ہر کہیں صفیں کعبہ کا رخ کئے کھڑی تھیں اور دنیا میں جہاں بھی مسلمان موجود تھا رہتی دنیا تک کھڑی ہوتی رہیں گی .... مکہ کے لوگ سحری سے فارغ ہو کر حرم پاک کی طرف کشاں کشاں چل پڑے، روزے کی نیت سے اتنا کھا لیا تھا کہ کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ انہیں میں حوادث روزگار کا ستایا ہوا ایک ایسا بھی شخص تھا کہ بھوک کے مارے اسکا اٹھنا دوبھر ہو رہا تھا، اس کی رات فاقے میں گذری تھی دن بھر کا روزہ بغیر سحری کے رہا اس سے پہلا دن بھی فاقے ہی میں گذرا تھا۔ نماز ختم ہوئی لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے مگر یہ غریب اپنی جگہ پر بیٹھا کچھ سوچتا رہا، ماں ملائی نہیں تھی مسلسل فاقوں نے اس کو بھوک کا عادی بنا دیا تھا، اس کی ایمانی و روحانی قوت نے دنیا کو اس کی نگاہوں میں ہیچ اور اسکے حسن و جمال کو حقیر و بے حیثیت بنا دیا تھا، فکران فاقہ زدوں اور بھوک کے ستائے ہوؤں کی تھی جن کا یہ کفیل تھا، جن کے جسم عریاں و برہنہ، پیٹ خالی اور بھوک کی بھٹی میں جل رہے تھے اس مرد خدا کی جگہ اگر کوئی دوسرا ان مصائب و آلام اور پیہم فاقوں سے دوچار ہوتا، اور امراء اور رؤسا کو غرباء سے بے خبر بے محابا خرچ کرنے اور ہزاروں روپئے بیجا صرف کرتے دیکھتا تو یقیناً دنیا سے بغاوت کر دیتا اس کو اپنے زمانے کے لوگوں سے نفرت ہو جاتی، لیکن اس بھلے مانس کو خدا کی ذات پر اعتماد و بھروسہ تھا یہ سمجھتا تھا کہ اس کا دینا اور نہ دینا حکمت و مصلحت سے خالی نہیں لینا دینا لوگوں کے بس میں نہیں ہے جو اس کے مقدر میں ہے وہ اس کے ضعف ناتوانی کے باوجود آکے رہے گا اور جو دوسروں کے لئے مقدر ہے وہ قوت و طاقت سے بھی نہ حاصل ہو سکیگا، خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر آیا قمیص اتار کر لبابہ کو آواز دی گندے اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک عورت نکلی، قمیص اس کو دے دی اور چیتھڑے کو خود پہن لیا، عورت نے کمزور و لرزتی ہوئی آواز میں کہا، ابو غیاث تین دن ۔ سے ہم لوگوں نے کچھ نہیں کھایا یہ روزے اور گرمی کے دن ہیں۔ تم صابر و شاکر ہو تو میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑوں گی مگر گھر کے بوڑھے اور کمسن بچیاں تو تاب برداشت نہیں رکھتیں، بھوک نے انھیں بیحال کر دیا ہے تم خدا سے دعا چاہو، نکلو کوشش کرو شاید کچھ مل جائے افطار کے لئے رکھ لیں۔

ابو غیاث کا دل بھر آیا بولے اچھا کچھ کروں گا، جب رات اپنے سیاہ دامن کو پوری طرح سمیٹ چکی اور سورج کی سنہری کرنیں کوہ بیاباں غاروں اور وادیوں کو منور کرنے لگیں تو امید و یاس کی ملی جلی کیفیت میں وہ ادھر ادھر پھرنے لگے سورج کی گرمی بڑھتی گئی، دوپہر ہو گئی لوگ سورج کی تپش اور لو کے گرم گرم جھونکوں سے بچنے کیلئے گھروں میں داخل ہو گئے ابو غیاث کو کچھ نہ ہاتھ لگا گرمی بڑھتی ہی گئی پاؤں جواب دے گئے آنکھیں چندھیانے لگیں، مایوس ہو کر ایک دیوار کے سائے میں پڑ گئے، اب سب سے بڑی تمنا یہ رہ گئی تھی کہ موت آ جائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائیں خیالات پریشاں کی اسی دنیا میں گم سم اپنی انگلیوں سے زمین کو کرید رہے تھے کہ ہاتھ ایک لمبی اور نرم چیز سے مس ہوا دیکھا اور غور کیا تو مٹی کی تہہ میں دبے ہوئے سانپ کی دم نظر آئی معاذ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ کھینچ لیا لیکن موت کی تمنا نے اسے کریدنے ہی پر آمادہ کیا معاً خیال آیا کہ مومن کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑنا چاہئے بلکہ دعا کرنی چاہئیے کہ اگر زندہ رہنا بہتر ہو تو زندگی نصیب ہو موت بھلی ہو تو اللہ تعالےٰ موت دے دیں اپنے اس خیال پر چونک پڑے زبان سے استغفر اللہ نکلا مگر نگاہ سانپ ہی پہ رہی چلنا ہے نہ حرکت کرنا ہے اسے پاؤں سے چھوا تو بھی ٹس سے مس نہ ہوا — بالآخر، کھودا تو اس کی کھنکھناہٹ و جھنکار نے پتہ دیا کہ سانپ نہیں بلکہ دیناروں کی تھیلی ہے۔ بھوک پیاس جاتی رہی اعصاب میں غیر معمولی طاقت محسوس ہونے لگی خوش ہوا کہ اب اپنے گھر والوں کے لئے راحت و آرام کا پیام لیکر جائے گا — سوچنے لگے کہ ان کے لئے کیا خریدے پھر چونکا اور اپنے دین و ایمان کا جائزہ لینے لگے فضا میں یہ آواز سنائی دی کہ پرائے مال کو تم نہیں خرچ کر سکتے، ایک سال تک اس کا اعلان کرو جب اس کا مالک نہ ملے تب یہ تمہارے لئے حلال ہو گا۔ جو شام کے کھانے کی فکر میں سرگرداں تھا اسے سال بھر کا انتظار کتنا کٹھن کام تھا۔ مایوسی نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دئیے، سوچنے لگے فاقوں کا مارا میرا خاندان سال آئندہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں، طرح طرح کے خیالات کا ہجوم ہوا

میں نے تھیلی نہ اٹھائی ہوتی تو یہ ذمہ داری مجھ پر کیوں پڑتی۔ کیا وہیں رکھدوں۔ مگر آدمی پڑھے لکھے تھے جانتے تھے کہ پڑی ہوئی چیز اٹھانے کے بعد اعلان ضروری ہے۔ اگر وہاں رکھدے اور ضائع ہو جائے تو عند اللہ باز پرس اسی سے ہوگی۔

خیالات کے اسی ہجوم میں فضا میں پھر ایک آواز گونجی۔ یہ اللہ کی دی ہوئی روزی ہے اس لئے اسے لو اور بھوک سے دم توڑتے ہوئے متعلقین کو موت سے بچاؤ۔ ان بھوکوں کا پیٹ بھرو ان کے کھلے ہوئے جسموں کی ستر پوشی کرو پھر جب خدا تم کو دے گا تو واپس کر دینا یہ آواز ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسری آواز سنائی دینے لگی۔ کہ نہیں نہیں حکم خداوندی کی خلاف ورزی نہ کرو پرائے مال میں خیانت جائز نہیں .... الحب چھپا کر گھر میں داخل ہوئے کہ مالک کے ملنے تک اس تھیلی کو حفاظت سے رکھدیں لیکن لبابہ کی نگاہوں سے اپنے کو بچا نہ سکے لبابہ نے پوچھا ابو غیاث کیا لائے۔

ہچکچاتے ہوئے جواب دیا کچھ نہیں۔ اس سے قبل لبابہ سے کوئی بات چھپانے کی عادت نہ تھی۔ لبابہ بھانپ گئی بولی نہیں کچھ تو ہے۔ مجبوراً ساری داستان سنائی، لبابہ بھی دینداری و تقوے میں کچھ کم نہ تھی، تاہم مرد کے عزم و ثبات قدم سے تو کم ہی تھی، کہا اس میں سے کچھ نکالو اور کھانے پینے کا انتظام کرو، ہم اس کے ضرورت مند ہیں ایسی صورت میں تو مردار کھانا بھی جائز ہے۔

ابو غیاث کی قوت ایمانی متاثر نہ ہوئی ڈانٹ کر کہا ہرگز نہیں اگر تم نے اس کو ہاتھ لگایا یا اور کسی کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو تم کو طلاق دیدوں گا۔

لبابہ کو غصہ اور تلملاہٹ میں چھوڑ کر تھیلی کے مالک کی تلاش میں نکل پڑے کہ شاید مل جائے اور میں حلال طریقہ سے اس سے کچھ حاصل کروں، حرم پاک میں پہونچکر ایک طبری[علہ] نوجوان طالب علم سے ملاقات ہوئی اس سے اپنا مقصد بیان تو اس نے کہا ہاں کل ایک خراسانی آواز لگا رہا تھا کہ ایک ہزار دینار کی میری ایک تھیلی گر گئی ہے جو اس کو لائے خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔ مکہ کا ایک بوڑھا شخص اس کے پاس آکر کہنے لگا آپ کی تھیلی غائب ہو گئی ہے، یہاں کے لوگ بہت پریشان حال اور محتاج ہیں۔ شاید کسی ایسے خراسانی شخص کو وہ تھیلی ملی ہو جو غریب ہو اور حلال طریقے سے آپ سے کچھ لینا چاہے تو کیا آپ اس کو کچھ دینگے۔ خراسانی بولا کتنا لینا چاہتا ہے؟

بڑے میاں نے جواب دیا دسواں حصہ خراسانی انکار کر گیا اور خدا کے دربار میں دامن پکڑنے کی دھمکی دی۔

طبری طالب علم کا بیان ہے کہ اس گفتگو سے مجھکو اندازہ ہو گیا کہ تھیلی اسی بوڑھے شخص کو ملی ہے، جب وہ مایوس ہو کر اپنے گھر کی طرف لوٹا تو میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا، گھر پہونچکر لبابہ کو بلا کر کہا، تھیلی کا مالک تو مل گیا، میں نے بلطائف الحیل اس سے کچھ لینے کی کوشش کی مگر وہ نہیں راضی ہوا بتاؤ اب کیا کریں۔ واپس کرنا تو اب ضروری ہو گیا۔

عورت بولی پچاس سال سے ہم تمہارے ساتھ مصیبت کاٹ رہے ہیں، تمہارے چار بیٹیاں دو بہنیں ہیں اور میری ماں نویں شخص تم ہو — ابو غیاث خدائے عز و جل اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ اپنے ایک بندے کو جو نو افراد کی کفالت کر رہا ہے اس کو پڑی ہوئی چیز کے خرچ کر دینے پر سزا دے۔ تم نے نہ چوری کی ہے نہ غضب کیا ہے خدا کی رحمت نے تمہارے سامنے یہ نعمت ڈالدی ہے تم اس کی ناقدری نہ کرو۔ گھر کے ان بھوکوں کے بارے میں بھی خدا تم سے باز پرس کرے گا۔ لبابہ ایک ڈھانچے کی شکل میں سامنے کھڑی تھی جلد خشک ہو کر ہڈیوں سے چپٹ گئی تھی صرف جان ہی جان باقی تھی، گھر کی دوسری عورتوں کی بھوک پیاس کی بھی یاد آ گئی۔

ابو غیاث کا دل بھر آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ابو غیاث کے آنسوؤں سے لبابہ کو امید ہو چلی کی شاید اب کچھ مل جائے۔ ابو غیاث کے عزم میں بھی کچھ تزلزل سا پیدا ہوا لیکن پھر پچاس سال کے صبر و توکل کا خیال آیا، ایک دن کے آرام کے واسطے ابو غیاث اپنی پچاس سالہ زندگی کو داغدار بنانے پر آمادہ نہ ہو سکے، موت و قبر خدا کے روبرو حاضری کا منظر یاد آیا تو چونک پڑے کہ جائیں گے خدا کے حضور میں کیا منہ دکھائیں گا ایک چیخ ماری اور کہا ہرگز نہیں پھر دونوں خاموش ہو گئے، سورج غروب ہوا مغرب کی اذان ہوئی جب لوگ قسم قسم کے لذیذ کھانوں سے افطار کر رہے تھے تو ابو غیاث چند کھجوریں اور کچھ ٹکڑے لیکر گھر والوں کے ساتھ افطار کرنے بیٹھ گئے امراء غرباء سے بے خبران کے ذہن اس سے خالی تھے کہ رمضان خیرات و صدقات کا مہینہ ہے روزہ تو اس لئے خدا نے فرض کیا ہے کہ انسان بھوکا پیاسا رہ کر مسلسل فاقے کرنے والوں کی تکلیف کو محسوس کرے اور احسان کی قدر پہچانے خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، بچنے پر انسان قادر ہو ابراہیم حربی کو روزانہ ایک ہی روٹی ملتی تھی اس میں سے ایک لقمہ بچا لیا روز کا معمول تھا جب ہفتہ پورا ہوتا جمعہ کا دن آ جاتا تو ٹکڑے خود کھا لیتے، اس دن کی روٹی کسی مستحق فقیر کو صدقہ دیدیتے، شیخ ابو غیاث ماحول کی اس بے حسی پر کڑھتے اور آزردہ خاطر ہوتے ان چند ٹکڑوں اور کھجوروں کو کھا کر۔ آج چوتھا دن بھی فاقے سے گذار دیا، دوسرے دن جب صبح نمودار ہوئی تو خراسانی نے پھر آواز لگائی —

ابو غیاث بڑھے اور کل کی طرح بھی بات کی اور آج صرف دس دینار مانگے مگر خراسانی آمادہ نہ ہوا اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے —

تیسرے دن پھر یہی صورت پیش آئی اور آج شیخ نے صرف ایک دینار مانگا کہ وہ غریب نصف دینار کا مشکیزہ خرید کر پانی پلا کر روزی کمائے گا — آدھے دینار کی بکری خرید کر گھر والوں کو دیدے گا مگر خراسانی کا دل کسی طرح نہ پسیجا ابو غیاث کی امید کا یہ آخری دھاگا بھی ٹوٹ گیا گھر کی بھوکی پیاسی عورتوں کا خیال آیا تو دل میں آیا کہ اس ضدی کو تھیلی نہ دیں یا کم از کم ایک دینار لے لیں اور باقی اس کو دے دیں، لیکن خیال آ گیا قیامت کے حساب کتاب حشر و نشر کا سوچنے لگے کہ کیا اس تھوڑے اور مختصر فائدے کے بدلہ ہمیشہ کی مشقت مول لے لے دنیا کی ساری لذتیں قیامت کی ایک ادنیٰ تکلیف کو نہ بھلا سکیں گی، اور جنت کی بہاروں کا ایک جھونکا دنیا کی تمام مصیبتوں کو بھلا دے گا ارادہ سے باز رہے حضور کا یہ قول یاد آ گیا کہ جو شخص اللہ کے لئے حرام چیز سے بچیگا اللہ اس کو اس سے بہتر بدلہ دے گا خراسانی سے کہا آؤ اپنی تھیلی لے لو، طبری طالب علم کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا ...

علہ مشہور مؤرخ ابن جریر طبری

معلوماتی جائزہ

— ادارہ تلخیص و ترجمہ "از ینگ پاکستان" ڈھاکہ

جمہوریہ کانگو کے مسلمان

جمہوریہ کانگو استوائی افریقہ میں واقع ایک آزاد ملک ہے جو دریائے کانگو کے دونوں طرف آباد ہے، اس کا دارالحکومت لیوپولڈ ویل بہت خوبصورت شہر ہے جو جدید طرز پر بنایا گیا ہے پورے ملک کا رقبہ تقریباً ۹۰۵،۵۰۰ مربع میل ہے، وہاں کی آبادی تین بڑی قوموں پر مشتمل ہے۔ (۱) نگرو جن میں بانتو، سوڈانی، اور میلی شامل ہیں (۲) (PYGMIES) (۳) (MAMILIES) (صرف مشرق میں)

۱۹۶۲ میں کل آبادی تقریباً ۱۶ ملین تھی جس میں مسلمانوں کی آبادی ۸ لاکھ تھی، ملک میں چار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ (۱) سواحلی (مشرق میں) کیلوبا (جنوب میں) لنگالا (دریائے کانگو کے کنارے واقع علاقوں میں) کیگانگو (شیبی علاقوں میں)

کانگو میں عیسائی مشنریوں کا جال بچھا ہوا ہے جس نے سارے ملک میں اپنے کام کرنے والے پھیلا دیئے ہیں، پورے ملک میں ۱۵ ہزار ادارے کام کر رہے ہیں، جو امریکا، اٹلی، بلجیم، فرانس، اور دوسرے یورپ کے ملکوں کی امداد اور تعاون سے چل رہے ہیں، ان کی انتھک کوششوں کی وجہ سے ملک کی تقریباً نصف آبادی نے عیسائیت قبول کر لی ہے۔ عیسائی مشن نے وہ سارے وسائل اور طریقے اختیار کئے جن سے اسلام کا نام ملک سے مٹ جائے، لیکن ان ساری کوششوں کے باوجود اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے اور اس کو صرف اسلام کا معجزہ کہا جا سکتا ہے کہ کانگو میں اس وقت بھی ۸ لاکھ مسلمان موجود ہیں، اگرچہ وہ غیر محفوظ اور منتشر ہیں۔ تعلیمی لحاظ سے انکا معیار بہت پست ہے اور دینی لحاظ سے خارجی اثرات ان پر چھائے ہوئے ہیں، ان کی کوئی مرکزی تنظیم نہیں ہے جو ان کے مسائل

کی دیکھ بھال کرے، انہی وجوہ کی بنا پر اس کی شدید ضرورت ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی جائے، اور امت کے اس منتشر جزء کو تقویت پہونچائی جائے، اور اسلامی رشتہ کو مضبوط کیا جائے۔

کانگو کے مسلمانوں حسب ذیل تہذیبی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) عرب اور عرب نسل کے کنگولی باشندے انہیں سے بعض عمان اور مسقط اور زنجبار کے اصل باشندے ہیں، ان کے علاوہ وہ باشندے ہیں جو عرب باشندوں کی کوششوں سے مسلمان ہوئے ہیں، یہ لوگ مقامی غیر اسلامی قبائل سے تہذیبی لحاظ سے الگ تھلگ رہتے ہیں، اور عربوں کے طرز پر زندگی گزارتے ہیں۔

(۲) ملیشیا کی آبادی جو عام طور سے وہ آغاخانی اسماعیلی فرقے سے وابستہ ہے۔

اس مقامی مسلمان یا مسلمان نیگرو قوم جو "واعرو" کے نام سے معروف ہے، یہ لوگ سینگالی نسل کے ہیں جو قد و قامت میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں ان میں سے اکثر تجارت پیشہ ہیں، ملیشائی مسلمان عام طور سے مشرقی صوبہ میں رہتے ہیں جو استانلی ویل کے مشرق میں واقع ہے، عمومی طور سے کانگولی مسلمان مشرقی کنگو میں زیادہ آباد ہیں ان کی تعداد "مانیا" ڈسٹرکٹ میں جو کاسنگو کے علاقہ میں ہے خاص طور سے زیادہ ہے، اس علاقہ کے لوگ جو عام طور سے جنگلوں میں آباد ہیں، ان کی تہذیب اور تمدن پر اسلام نے گہرے اثرات ڈالے ہیں، ان اثرات کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اجتماعی معیار کافی بلند ہو گیا ہے۔

جون سنہ ۱۹۶۰ء میں کانگو سامراجی غلامی سے آزاد ہوا۔ اور اس وقت سے عالمی سیاست

کا مرکز بن گیا، کمیونسٹ بلاک اور مغربی طاقتوں نے اپنے اپنے مصالح کی تکمیل کی غرض سے وہاں کی سیاست سے دلچسپی لینا اور اندرونی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا، یہ علاقہ اپنے معدنی ذخیروں نیز بہت جلد سیاسی ...... اور اقتصادی اہمیت کی وجہ سے بہت جلد بڑی طاقتوں کی توجہ کا مرکز بن گیا اور ان کے درمیان وہاں کے باشندوں کے ذہن و فکر پر قبضہ کرنے کے لئے مقابلہ شروع ہو گیا۔

غلامی کے دور میں حاکم طبقہ نے رومن کیتھولک تحریک کی اشاعت کی پوری تائید اور امداد کی جسکے نتیجہ میں ان لوگوں نے تعلیم کے شعبہ پر پورا قبضہ حاصل کر لیا، اس کے علاوہ دوسرے اقتصادی اور اجتماعی میدانوں پر بھی ان کا تسلط ہو گیا، جس کی وجہ سے ۵۰ فیصدی آبادی نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا، اگرچہ وہ لوگ عیسائیت کے مفہوم سے ناواقف ہیں اس لئے کہ عیسائی نظریہ کو پوری طرح سے ہضم کرنا افریقیوں کے لئے آسان نہیں ہے، اسکے بعض نظریات اتنے پیچیدہ ہیں جو ان کے لئے نئی مشکلات پیدا کر رہے ہیں جن کی وجہ سے عیسائیت ان میں اب تک استحاد پیدا نہیں کر سکی

افریقہ اس وقت ایک ایسے مذہب کی تلاش میں ہے جو عملی ہو، انقلاب انگیز ہو، فطری ہو جو انسانوں کے اجتماعی سماجی، اور دینی مسائل میں ہم آہنگی اور ربط پیدا کر سکے عیسائیت اس مقصد کو حاصل کرنے میں بالکل ناکام رہی ہے۔

افریقہ میں اسلام کی اشاعت کیلئے اس وقت بڑے امکانات ہیں۔ اور کانگو باوجود سیاسی پیچیدگیوں کے۔ اسلام کیلئے زرخیز زمین کی حیثیت رکھتا ہے اسلام کی اشاعت کا اسکو اہم مرکز بنایا جا سکتا ہے۔ اس مقام پر اگر اسلام کی اشاعت کا کوئی مرکز قائم کیا جائے تو یقیناً افریقی عوام خوشی کے ساتھ حق کے پیغام کو قبول کریںگے اور یہ نئی قوم پوری امت کیلئے ایک بڑی طاقت اور قوت بنے گی۔

▽

سائنس کی دنیا

گذشتہ سے پیوستہ

ایٹم کیا ہے

اظہار اثر

دیماقرطیس کے تقریباً دو ہزار سال بعد نیوٹن نے بھی مادہ کے بارے میں یہی تصور پیش کیا کہ مادہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنا ہے۔ نیوٹن کے "ایٹم" بھی ٹھوس اور ناقابل تقسیم تھے لیکن دیماقرطیس کے ایٹموں کی طرح "ہک" نہیں تھے بلکہ اس کا خیال تھا کہ یہ ذرات کسی مقناطیسی قوت سے ایک دوسرے سے چپکے رہتے ہیں۔

لیکن آج کا "ایٹم" ان دونوں فلاسفروں اور سائنس دانوں کے تصور سے مختلف ہے۔ آج کا ایٹم ناقابل تقسیم ذرہ نہیں ہے — بلکہ بذات خود ایٹم کئی مختلف ذرات کا مجموعہ ہے۔

قدیم زمانہ کے انسان حقیقتوں کو جاننے کیلئے صرف تخیل سے کام لیتا تھا۔ اس کے پاس اپنے نظریات کو جانچنے کیلئے آج کی طرح نازک آلات نہیں تھے۔ اسی لئے اس کے بہت سے نظریات ناپختہ رہ جاتے تھے۔

آج ایٹم کو انسانی زندگی میں زبردست اہمیت حاصل ہے — لیکن اس نظریہ کی بنیاد ہزاروں سال پہلے کے انسان نے ہی رکھی تھی۔

ایٹم سے متعلق ہندوؤں کی متبرک کتاب "وید" میں بھی تذکرہ موجود ہے جس میں ایٹم کو "انو" کہا گیا ہے۔ ویدوں کا یہ "انو" بھی دیماقرطیس اور نیوٹن کے ٹھوس ایٹم کی ہی مانند تھا۔ عہد وسطیٰ کے مسلمانوں نے بھی "ایٹم" کے نظریہ کو تھوڑی سی ترقی دی ہے صوفی علی ہاشم نے جو حضرت رسول اکرمؐ کے دور کے ایک مفکر تھے انہوں نے لکھا ہے:

"کسی بھی ذرہ کا جگر چیر کر دیکھو تمہیں اس میں ایک سورج ملے گا"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفی علی ہاشم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ہر ایٹم کے جگر میں ایک بے پناہ قوت بند ہے لیکن انیسویں صدی کی ابتدا تک یہ تمام نظریات محض نظریات اور تصورات ہی تھے، ان کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔

لیکن آج کا انسان حقیقتوں کو سمجھنے کیلئے نظریات کو پرکھنا جان گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہم ایٹم کا جگر چیر کر وہ سورج دیکھ سکتے ہیں اور اس کی لامحدود طاقت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس کے باوجود آج بھی ہم میں سے بہت سے حضرات ناواقف ہیں کہ ایٹم کیا شے ہے اور اس ایک ننھے سے ذرے کے سینے میں ایک سورج کس طرح روشن ہو سکتا ہے۔

اس سوال کا جواب اگرچہ ابھی سائنس دانوں کے پاس بھی نہیں ہے پھر بھی ہم ایٹم کی ساخت کے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ آپ ایٹم کی بے پناہ قوت کا اندازہ کر سکیں۔

ایٹم تین مختلف قسم کے ذرات سے ملکر بنتا ہے نمبر ایک الیکٹرون، نمبر دو پروٹون اور نمبر تین نیوٹرون۔

الیکٹرون میں منفی (NEGATIVE) برقی اثر ہوتا ہے پروٹون میں مثبت (POSITIVE) برق ہوتی ہے۔ اور نیوٹرون "سادہ" ہوتے ہیں یعنی ان میں کسی قسم کی برق نہیں ہوتی۔

ایک ایٹم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ پہلا حصہ اس کا جگر ہوتا ہے جسے انگریزی میں (NEUCLOUS) کہا جاتا ہے، ایٹم کے جگر میں نیوٹرون اور پروٹون ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور دوسرا حصہ ایٹم کا "جسم" ہوتا ہے یہ جسم الیکٹرون کا مدار ہوتا ہے یعنی یہ الیکٹرون ایٹم کے جگر کے چاروں طرف بیضوی مدار (راستہ) پر گھومتے رہتے ہیں۔

اپنے مرکزے یا جگر کے گرد الیکٹرون کے گھومنے کی رفتار سات سو کلو میٹر فی سیکنڈ ہوتی ہے یہ رفتار اس قدر تیز ہے کہ اگر الیکٹرون خط مستقیم کی صورت میں اسی رفتار سے سفر کرے تو شمالی امریکہ کے براعظم کو دس سیکنڈ میں عبور کرے لیکن کیونکہ اس مدار کی لمبائی بہت ہی کم ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے مدار پر ہر سیکنڈ میں — 6X15 دفعہ گھوم جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دس ضرب دس، اسی طرح آپ پندرہ بار ہر حاصل ضرب کو دس سے ضرب کرتے جائیں اور پھر اسے چھ سے ضرب دیں تو اصل تعداد نکل آئیگی۔

دوسرے دیماقرطیس کا خیال تھا کہ ہر شے کے ذرات مختلف ہوتے ہیں، مثلاً لوہے، سونے، مٹی، پانی، ریت اور لکڑی ہر چیز کے ذرات الگ الگ ہوتے ہیں۔

دیماقرطیس کے یہ دونوں خیالات غلط تھے، یہ درست ہے کہ ہر عنصر کا ذرہ یا ایٹم الگ خاصیت کا حامل ہوتا ہے لیکن ریت، لکڑی، مٹی اور پانی عنصر نہیں ہیں۔ یہ چیزیں مختلف عناصر کا مرکب ہیں۔ سونا، چاندی، لوہا، پارہ آکسیجن، ہائیڈروجن، ریڈیم، یورانیم یہ سب عناصر ہیں، مٹی کے ذرات ایٹم نہیں ہوتے بلکہ "سالمے" ہوتے ہیں۔

"سالمہ" چند مختلف عناصر کے مختلف ایٹموں سے مل کر بنتا ہے — جیسے پانی کا سب سے چھوٹا ذرہ ایٹم نہیں بلکہ سالمہ ہے، کیونکہ وہ آکسیجن کے ایک اور ہائیڈروجن کے دو ایٹموں سے ملکر بنتا ہے آکسیجن اور ہائیڈروجن دونوں قدرتی عنصر ہیں۔

اس پوری کائنات میں قدرتی ۹۲ عناصر پائے جاتے ہیں، اس دنیا کی ہر شے انہی بانوے عناصر سے ملکر بنی ہے لیکن زیادہ تر چیزوں میں ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن، کلورین کاربن، سوڈیم، میگنیشیم، المونیم، فاسفورس، گندھک، کیلشیم اور لوہا عناصر زائد ہیں، باقی عناصر بہت کم تعداد میں ملتے ہیں۔

ان عناصر میں ہائیڈروجن کا نمبر پہلا ہے کیونکہ یہ سب سے ہلکا عنصر ہے اور یورانیم کا نمبر آخری ہے کیونکہ وہ سب عناصر سے زیادہ وزنی ہے۔

مختلف ایٹموں میں الیکٹرون اور پروٹون کی تعداد مختلف ہوتی ہے، مثلاً ہائیڈروجن کے ایٹم میں صرف ایک الیکٹرون گھومتا ہے (ہائیڈروجن کے بہت سے ایٹموں میں ایک پروٹون کے ساتھ ایک نیوٹرون بھی ہوتا ہے، ہائیڈروجن کی اس قسم کو بھاری ہائیڈروجن کہا جاتا ہے)

ہیلیم کے مرکزے میں دو پروٹون اور دو نیوٹرون ہوتے ہیں اور اس کے گرد دو الیکٹرون ہوتے ہیں۔ آکسیجن کے ایٹم کے مرکزے میں ۸ پروٹون اور ۸ نیوٹرون ہوتے ہیں اور اس کے گرد آٹھ ہی الیکٹرون گھومتے ہیں۔ اسی طرح فطرت کے سب سے بھاری عنصر یورانیم کے مرکزے میں ۹۲ پروٹون اور ۱۴۳ نیوٹرون ہوتے ہیں اور اس کے گرد ۹۲ الیکٹرون گھومتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ ایک ایٹم کے مرکزے میں جس قدر پروٹون ہوں گے اسی تعداد میں الیکٹرون اس کے گرد گھومتے ہوئے ملیں گے۔ نیوٹرون چونکہ برقی اثر نہیں رکھتے اس لئے وہ کسی الیکٹرون کو اپنی جانب نہیں کھینچ سکتے، اور یہ ضروری نہیں ہے ــــ کہ نیوٹرون اور پروٹون برابر تعداد میں ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایٹم کی ساخت میں سب سے زیادہ پراسرار شے یہی نیوٹرون ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ نیوٹرون دراصل ایک طرح کا قدرتی گوند ہیں جو تمام پروٹون کو بکھرنے سے روکتے ہیں اور ایک دوسرے سے جوڑے رکھتے ہیں۔

پروٹون اور الیکٹرون کی مختلف تعداد سے ہی مختلف عناصر بنتے ہیں یعنی ایک پروٹون اور الیکٹرون کی تعداد والا ایٹم ہائیڈروجن عنصر کا ایٹم ہے۔ دو پروٹون اور دو الیکٹرون کی تعداد والا ایٹم ہیلیم کا ایٹم ہے، ۸ پروٹون اور ۸ الیکٹرون کی تعداد صرف آکسیجن کے ایٹم میں ہوگی۔

اسی طرح ہر ایک الیکٹرون کے اضافہ سے عنصر بدل جاتا ہے۔

یہ بانوے عناصر اگر ترتیب سے رکھے جائیں تو ایک کے بعد ایک ہر اگلے عنصر کے ایٹم میں ایک الیکٹرون اور ایک پروٹون کا اضافہ ملیگا۔

ایک ایٹم کا تمام وزن اس کے مرکزے میں ہوتا ہے اسی لئے ہر ایٹم کا وزن اس کے جگر میں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے پروٹون اور نیوٹرون کی تعداد پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً ہائیڈروجن کا وزن دو ہے جسے ریاضی کی اصطلاح میں H 2 لکھا جاتا ہے۔ (ہائیڈروجن کے اس ایٹم کے جگر میں ایک پروٹون اور ایک نیوٹرون ہوتا ہے۔) ہیلیم کا وزن چار ہے۔ آکسیجن کا ایٹمی وزن سولہ ہے اور یورانیم کا ایٹمی وزن "یو ۲۳۵" اور "یو ۲۳۸" ہے، کیونکہ اس کے جگر میں ۹۲ پروٹون ہوتے ہیں اور ۱۴۳ یا ۱۴۶ نیوٹرون ہوتے ہیں یورانیم میں دو مختلف وزن کے ایٹم ہوتے ہیں لیکن دونوں میں پروٹون ۹۲ ہی ہوتے ہیں صرف نیوٹرون کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔

ایک ایٹم کے مرکزے کا وزن اس پورے ایٹم کے وزن کا ۹۹،۹ ہوتا ہے اور ایک الیکٹرون کا وزن پروٹون سے $\frac{1}{1840}$ ہوتا ہے۔

اس مثال کو آپ اس طرح اور آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ الیکٹرون کا وزن پروٹون کے وزن کے مقابلے میں اسی تناسب سے ہوتا ہے جس تناسب سے ہماری پوری زمین کے وزن کے مقابلے پر ایک مٹر کے دانے کا وزن ہو سکتا ہے۔

ایک ایٹم کا زیادہ تر حصہ خلاء ہوتا ہے، کیونکہ پورے ایٹم کا حجم یا جسم گھومنے والے الیکٹرون کے آخری مدار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوتا ہے جب کہ اس کا مرکزہ درمیان میں بہت چھوٹا ہوتا ہے ایک ایٹم کے مرکزے اور اس کے گرد گھومنے والے آخری الیکٹرون میں کتنا فاصلہ ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ اس طرح کر سکتے ہیں کہ اگر کسی طرح ہم ایک ایٹم کے مرکزے کو ایک انچ بڑا کر دیں تو اس ایٹم کا آخری الیکٹرون پندرہ میل کے فاصلے پر گردش کر رہا ہوگا۔

سالمہ کئی عناصر کے ایٹموں سے مل کر بنتا ہے (ایک ہی عنصر کے ایٹم بھی مل کر سالمہ بناتے ہیں) ایک سالمہ میں ایٹموں کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ ہر ایٹم کے آخری الیکٹرون کا مدار دوسرے ایٹم کے آخری مدار کے الیکٹرون سے ملا رہتا ہے۔ اس طرح ہر سالمے اور ہر ایٹم میں تمام کا تمام خلا ہوتا ہے یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے اینٹوں کی جالیاں بنائی جاتی ہیں اور یہ جالی دار دیوار بہت کم اینٹوں میں پھیل جاتی ہے، اگر اس جالی دار دیوار کے تمام سوراخ انہیں اینٹوں سے بند کر دیے جائیں تو دیوار سمٹ کر آدھی رہ جائیگی۔

دنیا کی ہر شے انہیں سالموں سے مل کر بنی ہے اور یہ سالمے ایٹموں سے مل کر بنتے ہیں۔ ہر ایٹم کے درمیان اس قدر خلاء ہوتا ہے کہ اگر کسی پراسرار طاقت کے ذریعہ قطب مینار کے تمام ایٹموں کے الیکٹرون گھومنا چھوڑ کر اپنا جگر یعنی نیوٹرون پروٹون سے چپک جائیں تو قطب مینار سمٹ کر ایک سوئی کے مانند رہ جائیگا لیکن اس کا وزن اتنا ہی رہے گا کیونکہ وزن تو دراصل ایٹم کے مرکزوں میں ہی ہوتا ہے۔

اگر ایٹم کا تمام حجم ٹھوس مادہ کا بنا ہوا ہوتا جیسا کہ مرکزہ ہوتا ہے تو ایٹم کا وزن "۱۰" ۵۰۰۰ گنا زیادہ ہو جاتا۔ اگر ایک پونڈ مادہ کے تمام ٹھوس مادہ کے بن جائیں اور ان کے درمیان خلاء باقی نہ رہے تو اس ایک پونڈ چیز کا وزن ۱۰⁹ × ۵۹۲ ٹن ہو جائے گا (جس ہندسے کے اوپر دوسرا ہندسہ لکھا ہوتا ہے اس کا مطلب ہے نیچے والے ہندسہ کو اوپر والے ہندسہ کی تعداد میں ضرب دے لیا جائے مثلاً دس کے ہندسے پر نو لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب "نوے" نہیں ہے بلکہ دس کے ہندسے کو نو جگہ لکھ کر ایک دوسرے سے ضرب دیتے جائیں۔)

اگر ہمارے نظام شمسی اور کہکشاں کے تمام سورجوں اور سیاروں کے ایٹموں کے الیکٹرون ہٹا دیے جائیں اور ہم موجودہ جسامت میں ہی رہیں تو ہماری زمین مشکل سے ایک گیند کی طرح رہ جائے گی اور کہکشاں کے دوسرے تارے سمٹ کر ہماری گرفت میں آجائیں گے جبکہ موجودہ حالت میں کہکشاں کی دوسری طرف کے تارے ہم سے تقریباً پچاس لاکھ نوری سال کے فاصلوں پر واقع ہیں یعنی روشنی کی ایک کرن ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلو میٹر چلتی ہوئی اتنے سالوں میں ہم تک پہونچتی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ننھے سے ایٹم میں جس کا زیادہ تر حصہ صرف خلاء ہے۔ توانائی کہاں ہوتی ہے۔

دراصل ایک ایٹم کی تمام تر توانائی اور قوت اس کے مرکزے میں قید ہوتی ہے اور ایٹم کے ان مرکزوں سے توانائی دو طرح حاصل کی جاتی ہے۔

"باقی"

بقیہ:- "علماء سے خطاب"

کا استغراق نہ ہوتا تھا لیکن نفس ایمانی کا ان میں موجود ہونا اس حکم سے مانع ہوتا تھا، خیال کرتا تھا کہ یا اللہ ایسے لوگوں کو کن میں شمار کیا جائے اور ان پر کیا حکم لگایا جائے، اگر ان کو منافق کہا جائے تو کیونکر کہا جائے جبکہ ایمان ان میں موجود ہے اور اگر مخلصین میں شمار کیا جائے تو کیونکر یہ غیر مخلصین کے اوصاف سے متصف ہیں۔ یہ ایک بڑا خلجان تھا جو در پیش تھا جبکہ روح المعانی کی یہ عبارت نظر سے گزری بڑی مسرت ہوئی، کہ مدت کی ایک گتھی سلجھ گئی ایسے لوگوں کا حکم معلوم ہو گیا یعنی یہ کہ وہ مسلمان ہونیکے باوجود شبیہ بالمنافقین بلکہ شدید الشبہ بالمنافقین ہیں اس سے اصلاح میں بہت مدد ملی کہ پہلے طبیعت جھجکتی تھی حکم معلوم ہونیکے سبب اب یہ خلجان جاتا رہا اطمینان ہو گیا اور نفع بھی اس وقت سے زیادہ دیکھ رہا ہوں۔

الغرض یہ بحث نہایت مشکل ہے اور علماء نے اس کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے مگر افسوس کہ ہماری غفلت نے ان مباحث سے آنکھ بند کر لی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ نفاق کی شاید ہی کوئی خصلت ہو جو ہم میں نہ ہو، یہ ہم نے مانا کہ ہم منافق اعتقادی نہیں مگر منافقین کے خصال ہم میں موجود ہیں۔ یہ کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی ان خصال پر لازمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بغدادی شریف میں نقل کیا ہے کہ آیت پہلی جو منافق کے بارہ میں ہے (ومن الناس من یقول آمنا الآیہ) اس کا شان نزول ابھی نہیں آیا بعد میں آنے گا اور یہ ظاہر ہے کہ اسوقت کے بارہ میں یہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کثرت سے بعد میں لوگ اس کے مصداق ہونگے کہ گویا اس کا مصداق آیا ہی نہیں۔ حدیث میں ہے۔ ما امنہ الا منافق وما خافہ الا مؤمن اب نفاق کے لفظ سے گھبراتے ہیں حالانکہ ظاہر و باطن رگ رگ میں یہ سرایت کئے ہوئے ہے۔ اب جب مرض کو صحت سمجھے تو اصلاح کی کیا امید رہی۔

حضرات علماء کا کام یہ ہے کہ جو برا حال لوگوں پر غالب ہو اسکو سمجھ کر اس کی اہمیت پیدا کریں اور اس سے تحذیر کریں اور اس پر سخت انکار کریں اور اس میں ملامت خلق کی پرواہ نہ کریں۔

امید ہے کہ چند روز میں بہت اہمیت اور برائی ان کی مستحضر ہو جائیگی، جب برائی پیش نظر ہو جاتی ہے تو ترک آسان ہو جاتا ہے۔

میرا خیال تھا کہ علماء اس کی اہمیت دل میں پیدا کریں اور اس سے ڈریں اور لوگوں کو ڈرائیں اس کا تعلق مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور خالق کے ساتھ بھی جب اس کی اصلاح ہو گی دونوں تعلق ٹھیک ہو جائیں گے۔

امید کہ میری سمع خراشی معاف کیجائیگی اللہ تعالیٰ توفیق دے آمین ثم آمین والسلام

بقیہ:- خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

گھر پہونچکر چیتھڑوں کی موٹی تہہ میں لپٹی ہوئی تھیلی الماری سے نکالکر خراسانی کے حوالے کر دی خراسانی نے زور لگا کر اس کی مضبوط گرہوں کو کھولا اور اپنے دامن پر ڈالکر الٹتے پلٹتے ہوئے کہا ہاں یہ میرے ہی دینار ہیں۔

لبابہ اپنی بیٹیوں سمیت دروازے کی دراز سے بڑی حسرت کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی ان کی نگاہیں اس طرح تھیلی پر جمی ہوئی تھیں جیسے بھوکا کھانے کی ہانڈیوں کو للچا کر دیکھتا اور لقموں کا متمنی رہتا ہے جو اس کا پیٹ بھر دیں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، خراسانی شکریہ تو کیا ادا کرتا شیخ کی طرف دیکھا تک نہیں، تھیلی سنبھالی اور ایک دو تین ہو گیا، لبابہ کا یہ حال ہوا کہ جیسے اکلوتا بچہ اٹھ گیا ہو، امید کا یہ آخری سہارا ٹوٹتے ہی بھوک سے پریشان عورتیں منہ کے بل گر پڑیں تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر ایک آواز ابو غیاث کے کانوں سے ٹکرائی، دروازے پر پہونچے تو خراسانی کھڑا تھا، بغیر کسی ادنیٰ جھنجھلاہٹ کے واپسی کا سبب پوچھا۔

خراسانی بولا میرے والد کا انتقال ہو گیا انھوں نے وصیت کی تھی کہ میرے چھوڑے ہوئے دیناروں کا تیسرا حصہ اس کو دے دوگے جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ مستحق ہے، اور میرا اونٹ بیچ کر جمع کرنا، میں نے جب سے خراسان چھوڑا ہے مجھے آپ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ملا، اسکو قبول فرمائیے اللہ تعالیٰ برکت دے،

طبری نوجوان وہاں سے جا چکا تھا شیخ نے اس کو بلایا اور فرمایا تم تین دن سے ہمارے ساتھ ہو میری زبوں حالی کا تم کو علم ہو چکا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے بغیر اشراف کے ہدیے تو اس کو قبول کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ محروم کر دیگا، ہدیہ میں ساتھ رہنے والے کا بھی حق ہوتا ہے، شیخ نے فرمایا میں نے آج تک اتنا مال رکھا ہی نہیں اور نہ اس کی تمنا ہوئی، میرے یہاں ایک قمیص ہے سب گھر والے باری باری اسی میں نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد میں اس کو پہنکر نکلتا ہوں اور دوپہر تک مزدوری کرتا ہوں، ظہر کی نماز بھی اسی طرح ہر فرد باری باری ادا کرتا ہے۔

شیخ نے گھر کی تمام عورتوں کو بلایا مجھے بھی اپنے پہلو میں بیٹھنے کا حکم دیا اور کہا ــــ اپنے دامن پھیلا تو ــــ میں نے تو اپنا دامن پھیلا لیا مگر ان عورتوں کے کپڑے اتنے لمبے نہ تھے کہ دامن پھیلاتیں، انھوں نے اپنے اپنے ہاتھ پھیلا لئے سو سو دینار سب کے حصے میں آئے۔

آج افطار کے وقت شیخ کے گھر بھی اچھا دسترخوان لگا اور سب گھر والوں کے چہروں پر بشاشت تھی، شیخ نے لبابہ سے مخاطب ہو کر کہا تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ میں نے حرام کا ایک دینار چھوڑا تو خدا نے حلال کے ایک ہزار دینار دیئے۔ چند ہی لقمے کھائے کہ شیخ اس ارادے سے اٹھے کہ کوئی فقیر مل جائے تو اس کو بھی شریک کر لیں۔

یہ سب اس مکی مدنی جگر گوشۂ عبداللہ کے اس پیغام ابدی کا کرشمہ ہے جو وہ انسانیت کو قیامت تک کے لئے دے گیا ہے اس میں اضافے و ترمیم کی کسی کو مجال نہیں ہے۔

اعجاز ہے یہ اک رسول عربی کا

خط و کتابت کے وقت

خریداری نمبر کا

حوالہ

ضرور دیں۔ "منیجر"

انجمن الاصلاح کا سال نو

سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی انجمن الاصلاح دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب عمل میں آیا اور شعبوں کی تقسیم ہوئی، سال رواں کیلئے مندرجہ ذیل ارکان کا انتخاب ہوا۔

نائب صدر	ابوالنصر مکی	درجہ فضیلت دینیات اول
ناظم	عبدالحمید	" " دوم
نائب ناظم	ابوالحسن خاں	" " "
معتمد بزم خطابت	سید شرافت علی	" " "
معتمد بزم سلیمانی	اظہر غوری	درجہ ہشتم عربی
معتمد بزم صحافت	محمد منصور خاں نعمانی	درجہ فضیلت دینیات دوم
معتمد مالیات	علی آدم افریقی	درجہ ہشتم عربی
معتمد دارالکتب	ضیاء الحق لاری	درجہ ہفتم عربی
معتمد دارالاخبار	محمد غیاث صدیقی	" "
محاسب	شہاب صدیقی	درجہ فضیلت دینیات اول

عبدالحکیم، شہید احمد، اقبال بھٹکلی، احمد کمال، عبدالحفیظ محفوظ الرحمان، حسین علی ممبر منتخب ہوئے۔

عبدالحمید الندوی ناظم جمعیۃ الاصلاح
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بقیہ "شان ایمان"

اصطلاحاً کسی ایسے واقعہ کو کہتے ہیں جو خارق عادت ہوتا ہے یعنی اس کا ظہور و وجود عالم طبعی قوانین کے خلاف ہوتا ہے اور اس کا ظہور کسی نبی کی طرف منسوب ہوتا ہے اور انکے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ چونکہ کوئی غیر نبی اس کی مثال پیش کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور اس کے سامنے عاجز ہو جاتا ہے اسی لئے اسے معجزہ کہتے ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو کسی نبی کے ہاتھ سے اس کی صداقت کے نشان کے طور پر ظاہر فرمایا جاتا ہے۔

بکثرت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو معجزات عطا فرمائے گئے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہر نبی و رسول کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا گیا تھا لیکن ان کی نوعیت ان نبی کے زمانہ و ماحول کی نوعیت کے مناسب تھی۔ جس جس قوم کا مزاج جس قسم کے معجزوں سے زیادہ متاثر ہوسکتا تھا اسی قسم کا معجزہ اس قوم میں مبعوث ہونے والے نبی کو عطا فرمایا گیا، اس لئے کہ اس کا مقصد عوام افراد کو متاثر کرنا اور نبی کی صداقت کو اپنے ظاہر کرنا تھا۔ اور اسی اعتبار سے ان کی نوعیت متعین فرمائی گئی تھی نہ کہ نبی کی افضلیت و معقولیت کے اعتبار سے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی نبی کے معجزے کا دوسرے نبی کے معجزے سے افضل ہونا دوسرے پر اسکی افضلیت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک نبی جن سے ساری عمر کوئی معجزہ سرزد ہوا ہو، یا بہت کم معجزات صادر ہوئے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ کسی ایسے نبی سے افضل ہو جن سے بکثرت معجزات صادر ہوئے ہوں۔ افضلیت و معقولیت کا دار و مدار بارگاہ الٰہی میں قرب کی زیادتی و کمی پر ہے، معجزات کی کثرت یا افضلیت پر نہیں ہے اس تمہید سے نتیجہ یہ نکلا کہ،

اگر بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت معجزات کے اعتبار سے بے مثال ہے تو بھی اس سے موصوف کی افضلیت دیگر انبیاء و مرسلین پر لازم نہیں آتی۔

باقی

بقیہ "اداریہ"

خالفوا الیہود والنصاریٰ	یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو
من تشبہ بقوم فھو منھم	جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی سے ہے
من کثر سواد قوم فھو منھم	جو کسی قوم کے مجمع یا جماعت میں اضافہ کا سبب بنے اسکا شمار ان ہی کے ساتھ ہے

اسی طرح ان کے سوادوں، تقریبوں میں شرکت اور ان سے قلبی لگاؤ اور محبت کی ممانعت اور اپنے تمام شعائر و خصوصیات پر اصرار کی حکمت و مصلحت یہی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان وہ حد فاصل قائم رہے جس کے نہ ہونے سے پہلے اسلامی جذبات اور ایمانی کیفیات زائل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد دعوت و تبلیغ اور شوق جہاد ختم ہوتا ہے، پھر ایمان و عقائد خطرہ میں پڑنے لگتے ہیں۔ اور دین و ایمان اور حسن خاتمہ کی اہمیت بھی دل سے رخصت ہو جاتی ہے۔

یہ سب اسی قومی دھارے کی چند کڑیاں ہیں اور یہ سب ایبتغون عندھم العزۃ کی تفسیر ہے جس کو قرآن مجید نے بڑے استنکار اور استعجاب کے انداز میں ذکر کیا ہے۔

سول ایجنٹس :

(۱)
ایم۔ایس۔ ظہیر اینڈ سنس سلطان منزل
چمن گنج کانپور

(۲)
اودھ جنرل اسٹورس
امین آباد لکھنؤ